جمیل ـــــــــــ ل عجیب الجمال

بہت ہی نادر کتاب

توحید الحق

مع تسہیل و دیباچہ

حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس

قرآن و حدیث سے ثابت فرمایا ہے کہ خدائی اور سچا اور ہمیشہ تک رہنے والا سب مذاہب کو منسوخ کرنے [illegible]
نجات دلانے والا مذہب صرف اسلام ہی ہے اور کسی مذہب سے اب نجات نہیں ہو سکتی۔ نئی روشنی کے خیالات کی
[illegible] ہے۔ ضمیمہ میں اس پر عقلی دلائل ہیں اور دیباچہ میں آٹھ عقلی بحثیں کہ مذہب کیا ہے، مذہب کی ضرورت کیوں ہے،
[illegible] مذاہب کا بروئے عقل ایک اور حق ہونا ناممکن ہے۔ نجات کیا ہے، کیوں ضروری ہے۔ مختلف مذہب کیوں پیدا ہوئے
حق ناحق کی پہچان کیا ہے وغیرہ وغیرہ

قیمت ایک روپیہ

ملنے کا پتہ

کتبخانہ جمیلی و کارخانہ دیندار قریب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور شائع کی

[illegible] درسی غیر درسی تصانیف علماء دیوبند سہارنپور تھانہ بھون وغیرہ قرآن شریف سیپارے قاعدے بھی [illegible] نجات کا کیا مطلب ہے

توحید الحق

یعنی حق مذہب کے ایک ہونیکا اثبات

از فیوض حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا محمد اشرفعلی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے یہ مضمون شوال ۱۳۵۸ھ میں تحریر فرمایا تھا اور یہ رسالہ "النور" تھانہ بھون میں شائع ہو گیا تھا آجکل وحدت ادیان کے نام سے ایک زبردست فتنہ ہمارے ملک میں پیدا ہو گیا ہے، دوسرے لوگ تو اپنے مذہب کا اصول ہونیکی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہر مذہب سے نجات حاصل ہوگی، مگر بعض سادے مسلمان یا یورپ وغیرہ کے کفار سے اثر لینے والے لوگ یا کم علم مگر شہرت کے مالک لیڈر رواداری یا غلط فہمی یا دھوکہ میں پڑ کر کہہ دیتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک بھی ہر مذہب نجات کا سبب ہے اور اس کو قرآن و حدیث کی طرف بھی منسوب کرنے لگتے ہیں جو سخت تہمت، دھوکہ اور تحریف ہے۔ اس لئے اس وقت دوسرے مضمونوں کو روک کر اس مضمون کے پھر شائع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مسلمانوں کو یہ صاف اور صحیح طریقہ سے معلوم ہو جائے کہ حق بات کیا ہے، اللہ و رسول کا ارشاد اس بارہ میں کیا ہے، ہمارا ایمان اعتقاد کیا ہے اور کیا ہونا چاہیئے، لیکن رسالہ "دیندار" سہل سہل مضامین دینا چاہتا ہے۔ اس لئے اس مضمون کی تسہیل اس طرح کی گئی ہے کہ اصل الفاظ بجنسہٖ محفوظ رہیں اور حاشیہ میں عربی عبارت یا مشکل لفظوں کا ترجمہ مشکل عبارتوں کا حل عربی فارسی محاوروں کی شرح کردی جائے۔

(از احقر جمیل احمد تھانوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حامداً و مصلیاً

آجکل یہ خیال پھیلتا جا رہا ہے کہ دنیا میں جس قدر مذہب چل رہے ہیں وہ سب کے سب ایک ہی ہیں، سب کے سب حق، صحیح، سچے اور خدا تک پہنچانے والے ہیں۔ ان میں اصول میں کوئی فرق نہیں، صرف رسم و رواج کا فرق ہے۔ اس لئے انسان جس مذہب کی پابندی کرلے گا نجات حاصل کرلیگا۔ ان میں سے کسی ایک مذہب والے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے مذہب کو نجات کا اور دوسرے مذہبوں کو گمراہی اور عذاب کا ذریعہ بتائے۔

یہ خیال دوسروں کے مذہب اور عقیدے میں چاہے کتنا ہی مضبوط ہو مگر ہمیں عقلِ سلیم اور اسلام کی تعلیمات سے دیکھنا ہے کہ یہ خیال حقیقت میں کیسا ہے، حضرت حکیم الامۃ تھانوی قدس سرہٗ کے اس مضمون میں اسلام کا حکم آپ کو صاف صاف معلوم ہو جائے گا میں اس کے پڑھنے سے پہلے مختصر مختصر چند ضروری باتیں پیش کرتا ہوں جن سے حقیقت کا علم حاصل کرنے میں انشاء اللہ تعالیٰ مدد ملے گی۔ مثلاً (۱) انسان کو مذہب کی ضرورت کیوں ہے (۲) مذہب یا دین کیا چیز ہے (۳) ہر مذہب والے اپنے مذہب کیلئے واقعی دین اور مذہب ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں تو اس دعوے کے صحیح اور غلط ہونے کی پہچان کیا ہے (۴) مذہب کے کتنے جزو ہوتے ہیں (۵) عقلی اعتبار سے سب مذہب ایک ہو سکتے ہیں یا نہیں (۶) اسلام جن مذہبوں کو واقعی دین مانتا ہے وہ سب ایک ہیں یا الگ الگ، ایک ہیں تو دوسروں کو باطل اور گمراہی دینے کیوں کہا جاتا ہے اور الگ الگ ہیں تو سب حق کیسے ہوں گے۔ جبکہ آپس میں اختلاف بہت ہے اور پھر ان کو مذہب کیسے کہا جا سکتا ہے خدائی مذہب میں اختلاف کیسا (۷) دنیا میں مذہب مختلف کیوں ہو گئے، جبکہ خدا ایک اس کا راستہ ایک (۸) نجات کا کیا مطلب ہے

اور اس کا حاصل کرنا کیوں ضروری ہے اور کس درجہ میں ضروری کر یہ سب باتیں بہت تفصیل سے اور مستقل کتابوں کی صورت میں بیان کرنے کی ہیں۔ مگر اول تو احقر آنکھوں سے معذور دوسرے اصل مضمون کی تمہید ہی تمہید عرض کرنا ہے۔ اس لئے بہت مختصر طریق سے عرض ہیں

مذہب کی ضرورت

روح نورانی چیز ہے اور جسم مادے کی اُن تاریکیوں سے بھرپور ہے جو نور کے کمالات کو چھپاتی ہیں اب ایسے ذریعوں کی ضرورت ہے جو ان تاریکیوں کو ہٹا دے۔ مادہ کے اثر سے برائیوں کی رغبت طبیعت کی بات ہے ایسے اُصول کی ضرورت ہے جو اس سے روک دیں۔ آگ، ہوا، پانی، مٹی کے مجموعے میں جو خرابیاں بدامنی بداخلاقی اور کینہ پن کی ہونا ضروری تھیں اُن کے دور کرنے والے قاعدوں کی حاجت ہے۔ بھلائی بُرائی کی واقعی تمیز کے قوانین کی ضرورت ہے، انسانی قوتوں کو تولے تھام رکھنے میں جو عالم کا فساد ہے اس کے انتظام کے لئے صحیح آئین درکار ہیں۔ نورانی روح کو نورانی کمالات کا زیور پہنا کر اصل نور سے قریب کرنا ہے۔ یہ کام صرف مذہب سے چل سکتا ہے، عقل کو کسی بات کی اصلی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی، ایک عقل کسی چیز یا کسی بات یا کسی قاعدہ کو درست سمجھتی ہے دوسری کسی کو بلکہ بہت باتوں میں فقط گمان یا تجربہ پر مدار ہے کوئی یقینی بات حاصل نہیں ہوتی۔ اسلئے عقل سے واقع کے موافق اور یقین والے اصول و قواعد نہیں معلوم ہو سکتے اس لئے مذہب ہی کی ضرورت ہے جو تمام چیزوں کی حقیقت کے جاننے والے ہر شئے کے پیدا کرنے والے کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ ہر چیز کی صحیح حقیقت اُسی ذات کو معلوم ہوتی ہے جس نے اسکو پیدا کیا ہے۔ لیکن صرف یہ کہہ دینے سے کہ یہ مذہب آسمانی ہے اس کا صحیح مذہب ہونا ایک بلا دلیل دعویٰ ہے۔ جبتک ہر ہر بات کا پورا پورا ایسا یقینی ثبوت نہو جس میں شک شبہ کی گنجایش نہ رہے۔ کسی گھڑے ہوئے مذہب کو آسمانی اور خدائی مذہب سمجھنا سخت خطرناک بات ہے خدا تعالیٰ پر تہمت لگانا ہے کفر ہے گمراہی ہے۔

مذہب یا دین

دین اُن قانون اور قاعدوں کا نام ہے جو انسان اور ہر چیز کو پیدا کرنے والے خدا نے عطا فرمائے ہوں، ایک کے یا کئی انسانوں کے ملکر ٹھہرا لینے سے جو قانون بنتا ہے۔ وہ ہرگز مذہب کہلانے کے لایق نہیں ہے اس کو مذہب کہنا خدائے قدوس پر تہمت لگانا اور اس پر لوگوں کو دعوت دینا انسانی عقل کا سب کو غلام بنانا ہے جو انسان اور انسانیت کی سخت ترین توہین ہے کھلی بات ہے کہ خدا کی مرضی کا راستہ صرف وہی ہے جو وہ خود بنائے۔ واقعی اور حقیقی بھلائی بُرائی وہی ہے جس کو وہ بتائے کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی اس کو گوارا نہیں کرسکتا کہ خدا کے بنائے ہوئے طریقے کے مقابلہ میں دوسرے طریقہ کو مذہب کہا بھی جا سکے، نہ خدا جیسا کوئی اور ہے اور نہ خدا کے بنائے ہوئے طریقے و مذہب جیسا کوئی اور مذہب ہو سکتا ہے، لہذا خدائی دین حق اور غیر خدائی کفر و باطل ہے۔

حق مذہب کی پہچان

موٹی سے موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ دین کے حق ہونیکے لئے تین چیزوں کو دیکھنا ہے (۱) قانون عطا فرمانے والا یعنی حق تعالےٰ (۲) خود وہ قانون جو عطا فرمایا گیا ہے (۳) وہ انسان جس کو اُسکے خود عمل کیلئے اور دوسروں تک پہنچانے اور عمل کرانے کیلئے یہ قانون عطا ہوا ہے۔

قانون بھیجنے والے کی ذات کے متعلق تو کوئی بات تحقیق کرنے کی نہیں ہے۔ دوسری دونوں باتوں کی تحقیق سے ہی یہ ثابت ہوگا کہ نازل کرنے والے حق تعالیٰ ہیں۔

دوسری بات یعنی خود قانون اس میں مندرجہ ذیل باتیں دیکھنے کی ہیں

(۱) عام فہم مگر طرز کلام اور شان و شوکت نرالی اور یکتا ہو (۲) اپنے کو خدا کا قانون ہونا ظاہر کرتا ہو مدعی سُست گواہ چست کا مضمون نہ ہو کہ قانون سے خدائی قانون ہونا معلوم نہ ہو مگر ایرے غیرے کہتے ہیں (۳) جس قدر کتابیں اور قوانین خدا تعالیٰ کی طرف سے پہلے آچکے ہیں انکی تائید و تصدیق کرتی ہو (۴) پہلے قوانین اور کتابوں میں اس کی اطلاع و تصدیق ملتی ہو (۵) اس کا طرز اُن کا سا طرز ہو عقیدے وہی ہوں اور وہ ایک ہوں ورنہ جیسے کہ آگے ثابت ہوگا۔ عقیدوں کے اختلاف سے خدائی قانون ہونے میں شک ہو جائے گا (۶) گذشتہ خبریں آیندہ کی پیشین گوئیاں بالکل صحیح اُتریں (۷) دوسری خدائی کتابوں کی طرح اس کی تعلیمات بھی خدا تک پہنچانے والی نفسی کدورتوں کو دور کرنے والی دنیا کے کھیل تماشوں لذتوں اور عیش و آرام سے ہٹا کر خدا کی لو لگانے والی اور امن عالم کی ذمہ دار ہوں (۸) ایسا جوہر رکھتی ہو کہ دلوں پر سکہ بیٹھ جائے کامل جوہر ہے کہ اس کا ثبوت نبی کے معجزوں کے علاوہ کسی اسے معجزے سے ہو کہ قیامت تک دنیا اس جیسا لانیسے عاجز ہو۔ کیونکہ نبی کے معجزے وفات پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ معجزہ ہمیشہ رہیگا ہمیشہ بانگ دہل اپنے خدائی کتاب ہونے کی ایسی دلیل دیتی رہے گی جس کا جواب کسی سے نہیں ہو سکے گا۔

ساری دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی کہ بیشک یہ خدائی قانون ہے آسمانی کتاب ہے اس کی مخالفت کرنے والے کافر یا غلط اور بے راہ ہیں سوائے اس کے کہ جس کی عقل ہی اندھی ہو گئی ہو (۹) نبی پر اس کا آنا کوئی چھپی بات نہ ہو علی الاعلان ہو اس وقت کے لوگوں نے اسکے اترانے آنے اور نازل ہونے کے حالات دیکھے ہوں ان سے یہ واقعات مضبوط طریقے سے نقل ہوتے آئے ہوں (۱۰) اس کتاب یا قانون کا اصل حرف حرف بالکل محفوظ ہو ایسا نہو کہ اصل تو غائب اور ترجمے ہی ترجمے باقی ہوں جن کے متعلق یہی یقین نہیں ہو سکتا کہ اصل کے مطابق بھی ہیں یا نہیں۔ خدائی لفظ جتنے جتنے معنے اور پہلوؤں کو شامل تھے نہ ایک خدم انسانی مترجم ان تک پہنچ سکتا ہے نہ ترجمے کے انسانی لفظ ان سارے معنے اور پہلوؤں کو شامل ہو سکتے ہیں وہ خدائی قانون کیسے ہو سکتا ہے اور پھر اگر ترجموں میں اختلاف بھی ہے تو ایک کے بھی صحیح ہونے کا یقین باقی نہ رہا۔ سب میں شبہ ہو گیا کہ ممکن ہے یہ غلط ہو اصل کے موجود نہ ہونے سے صحیح غلط معلوم نہیں ہو سکتا۔

(۱۱) اور اصل موجود ہو تو کئی کئی نسخے نہ ہوں کہ جن میں ایسا اختلاف ہو کہ ایک تو ایک بات کو ضروری قرار دے اور دوسرا اسکو منع کرے، ورنہ پھر ہر ایک کے غلط ہونے کا شبہ ہو جائیگا اور جو حصہ سب کے اتفاق سے بھی ہو گا اس میں بھی یہ شبہ رہیگا کہ ویسے ہی اتفاق سے یکساں ہو گیا ہے تو اب کوئی بات بھی یقینی نہیں رہیگی اور کسی حکم کا خدائی حکم ہونا یقینی نہ ہو گا۔

(۱۲) اسکے ہر ہر لفظ ہر ہر حرف کے نقل کرنے والے اول زمانہ میں بھی اور پھر ہر ایک زمانہ میں آجتک اتنے رہے ہوں کہ عقل ان کو جھوٹا نہ کہہ سکتی ہو جیسے ہم ان دیکھے شہروں کو اس لئے یقینی سمجھتے ہیں کہ اتنے دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ عقل ان کو جھوٹا قرار نہیں دے سکتی ایسے ہی ہر زمانہ میں اس کے نقل کرنے والے بھی اتنے ہی ہوں کہ عقل اُن کے جھوٹ اور بناوٹ کو ناممکن سمجھے شروع سے اتک ایک منٹ بھی اتنی مقدار سے خالی نہ ہو۔

(۱۳) نقل صرف اس طرح نہ ہو کہ دو ایک آدمیوں نے چھاپ دی اور ساری دنیا اس کو لے رہی ہے چاہے چھاپنے والوں نے غلط چھاپ دی یا صحیح بلکہ اس کو ایک ایک حرف کر کے ہر زمانے میں سینکڑوں ہزاروں ایسے یاد رکھنے والے ہوں کہ ذرا سا بھی کوئی ردو بدل ہو تو وہ محسوس کریں اور کوئی چھاپنے میں غلطی کر جائے تو اسکو سینکڑوں درست کرنے والے درست کریں تب تو یہ نقل صحیح درست بھروسے کے قابل ہے ورنہ آج جو چاہے لکھ لکھکر چھاپ دیجئے سب شہرت حاصل کر لیتا ہے جیسے کہ تاریخ میں مسلمان بادشاہوں کے بہت سے غلط واقعے لوگوں نے چھاپ دیے اور وہ نقل در نقل انگریزی اردو ہندی میں غلط آ گئے۔ محض چھاپ دینے سے اس کے واقعی خدائی کتاب ہونے کا ثبوت نہیں ہو گا۔ کہ نہ معلوم اول جمع کرنے والے اور پہلے نقل کرنے والے بہت ہیں یا ایک آدھ اور پھر وہ کیسے لوگ ہیں معتبر یا نامعتبر ایسے لچر طریقے سے آنے والے کسی قانون کو خدا کا قانون کہنا بے انتہائی کم عقلی اور دھوکہ کی بات ہے، بلکہ خدائے پاک پر تہمت لگانا اور کفر و گمراہی ہے۔

تیسری بات وہ انسان ہے جس پر یہ قانون آیا ہے جس کو نبی کہتے ہیں، اس میں مندرجہ ذیل امور دیکھنا ہیں (۱) وہ خود ظاہری علوم میں مہارت نہ رکھتا ہو کہ خود سے ایسا بنا لانے کا شبہ ہو سکتا ہو (۲) وہ ذات تمام انسانوں کے اور خدا کے درمیان واسطہ ہے اس لئے نیک صفتوں میں سب سے بلند ہونی چاہیئے (۳) ہر کلام میں کلام والے کے جلال شان و شوکت کا اثر ہوتا ہے، خدائی کلام جس کے دل پر آئے اس کا دل ہر طرح سے ظاہر میں بھی باطن میں بھی نہایت پاک بنا ہو (۴) اس کی سچائی دیانت امانت ایسی بکسانی اور تسلیم شدہ ہو کہ مخالف تک اس کا اقرار کریں تاکہ دھوکہ فریب کا شبہ نہ ہو (۵) اس کی عقل دانائی زمانہ بھر سے زیادہ ہو کہ وہ کسی کے دھوکہ میں نہ آ سکے (۶) اس سے اس کی نبوت کو ثابت کرنیوالے ایسے معجزے یعنی وہ کام ہوئے ہوں جن سے سارے انسان اور سارے جنات بھی عاجز ہوں (۷) انسان کامل ہو انسانی ساری قوتیں پوری پوری رکھتا ہو اور سب پر اس قدر قابو پائے ہوئے ہو کہ کوئی قوت بیجا صرف نہو اور باوجود اس مرتبہ کے خدا کی بندگی کو فخر جانتا اور اسمیں لگا ہوا ہو (۸) بعد کے اور پہلے کے سب آسمانی قوانین انبیاء کا بیان سے اس کی تائید اور اس کی پیش گوئی معلوم ہوتی ہو اگر وہ صحیح دستیاب ہو سکیں (۹) اس کی کوئی بات پہلے کے نبیوں اور پیغمبروں کے عقیدے کے مخالف نہ ہو (۱۰) اس پر قانون کا آنا اس طرح ہو کہ اور دل کو بھی محسوس ہو جاتا ہو تاکہ کہیں اور سے حاصل ہونے کا وہم تک نہ رہے (۱۱) پھر اسکی یہ ہر ہر بات سلسلہ بسلسلہ خوب ضبط اور شائع ہو، بہت بہت طریقوں سے ہر ہر زمانہ میں بہت بہت نقل کرنے والوں کی نقل سے ثابت ہو کہ شک شبہ کی گنجائش نہ رہے کسی ایک آدھ کا بیان کافی نہ ہو گا۔

ثبوت انہی دونوں باتوں کے ثابت ہو جانے پر اس قانون کے خدائی قانون ثابت ہونے کا مدار ہے لہذا یہ ثبوت اس درجہ پکا پختہ اور مضبوط ہو کہ جس میں کہیں کوئی خلل نہ ہوتا ہو۔ لہذا خدائی کتاب کے ایک ایک حرف اور نبی کے ایک ایک حال کے

ثبوت کیلئے ان باتوں کی ضرورت ہوگی (۱) ہم سے لیکر نبی تک نقل کرنے والوں کے نام سلسلہ وار محفوظ ہوں کہیں سلسلہ ٹوٹا ہوا نہ ہو (۲) ہر ہر نقل کرنیوالے کے حالات محفوظ ہوں کہ اس نے اپنے اوپر والے سے ملاقات کی ہے، ایسا نہ ہو ویسے ہی نام لے دیا ہو چاہے وہ اُس کے زمانہ میں پیدا بھی نہ ہوا ہو خصوصاً کتابیں چھپنے کے پہلے کا سلسلہ نہایت مضبوط ہونا ضروری ہے (۳) ہر ہر نقل کرنے والے کا حال تفصیل سے معلوم ہو کہ وہ ایماندار دیانتدار ہے جھوٹ نہیں بولتا اگر عمر بھر میں ایک دفعہ بھی جھوٹ ثابت ہو جائے تو اس کی نقل میں شبہ ہو جائیگا بشرطیکہ دوسرے بہت کی نقل سے تائید نہ ہو (۴) بیان کرنیکے وقت بچہ نہو ۱۵ سال عمر کہ سے کم ہو (۵) عقل رکھتا ہو جنون مالیخولیا وغیرہ کا بیمار نہو (۶) ہر ہر نقل کرنے والا نیک پارسا ہو شراب چوری بدکاری اور دوسرے بھی گناہوں میں مبتلا نہ ہو (۷) یا ہر ہر زمانہ میں بہت بہت نقل کرنے والے ہوں، یہ تو ہر ثبوت کی مشترک باتیں ہیں اور خاص ثبوت کی ضرور باتیں دونوں باتوں کے آخر میں عرض کر دی گئی ہیں، جبتک مکمل ثبوت نہ ہوگا کسی قانون کو خدائی کتاب نہیں مانا جا سکتا ورنہ سخت خطرہ ہے۔

اس زمانہ میں ثبوت

جہانتک ہماری اور بہت سے بلکہ عام جاننے والوں کی دسترس ہے ایسا پکا پختہ ثبوت دنیا بھر میں سوائے قرآن شریف اور حضورؐ کی احادیث کے کسی کو حاصل نہیں اس لئے سوائے ان مذہبوں کی خدائی کتابوں اور ان پاک پیغمبروں کے جن کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور کسی مذہب کو مذہب یا کسی کتاب کو خدائی کتاب یا کسی شخص کو خدا کا پیغمبر کہنا اور ماننا بالکل بے ثبوت ہے، خدائے قدوس پر تہمت ہے کفر ہے گمراہی ہے۔ اگر کسی کے پاس ایسا یقینی ثبوت ہو تو پیش کر دے کہ جس میں عقلاً شک و شبہ کی گنجایش نہ رہتی ہو، صدیاں گذر گئیں علمائے اسلام بلند آواز سے ہمیشہ کہتے رہے چیلنج دیتے رہے اور اب تک کسی مذہب کا ایسا ثبوت نہیں ہو سکا اب کیا کسی کا منہ ہے کہ وہ کسی اور مذہب کو مذہب کہے، ورنہ اگر بلا ایسے پختہ ثبوت کے بھی مذہب مذہب ہو جایا کرے تو ہر انسان ایک نیا مذہب گھڑ کر اس کو خدائی مذہب کہہ سکتا ہے۔ افسوس دنیا عقل سے کام نہیں لیتی، ہوش و حواس سے فائدہ نہیں اٹھاتی ورنہ ذرا سے غور کرنیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا، حقیقت کیا ہے اور دھوکہ کیا۔

مذہب کے اجزا

ہر مذہب کے دو جز ہیں عقیدے اور عمل کیونکہ قوانین جملے ہیں اور جملوں کی دو قسمیں ہیں خبریہ اور انشائیہ جملہ خبریہ عقیدے ہیں یعنی ایک واقعی بات کی نقل ہے کہ اس کا یقین رکھو، جیسے خدا موجود ہے، خدا ایک ہے، ہر اچھی صفت کا انتہائی درجہ اُس کیلئے ہے، فلاں فلاں صاحب نبی ہیں، فلاں کتابیں اللہ کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں۔ فرشتے ایک مخلوق ہیں جو احکام الٰہی لے کر آتے ہیں، اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے وغیرہ وغیرہ اور جملہ انشائیہ عمل ہیں کہ ایسا ایسا کرو اور ایسا نہ کرو وغیرہ وغیرہ پھر عملوں کی چار قسمیں ہیں، صرف اللہ کو راضی کرنیکے کام جن سے مادے کی تاریکیاں دور ہو کر روح میں خالص نور کی جھلک حاصل اور بڑھ بڑھکر اللہ کے نور سے قریب ہو جائے یہ عبادتیں ہیں، دوسرے آپس میں کے معاملات، تیسرے عادات اخلاق، چوتھے میل جول برتاؤ کے قاعدے جو معاشرت کہلاتے ہیں، پیدا ہونے سے مرنے تک کے کل حالات ان میں آ گئے۔

سب مذہب ایک ہو سکتے ہیں یا نہیں

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ عقیدے جملہ خبریہ ہوتے ہیں یعنی ایک واقعی بات کی خبر بتا کر اس کے یقین رکھنے کا حکم ہوتا ہے جو مذہب عقیدوں میں اختلاف رکھتے ہیں وہ سب ایک یا سب سچے کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسکو تو بچے بھی خوب سمجھ لیں گے، ایک مذہب کہتا ہے کہ خدا موجود ہے، دوسرا کہتا ہے کہ موجود نہیں، ایک کہتا ہے کہ خدا ساری عمدہ صفتوں میں یکتا ہے کوئی اس کی برابر کا کسی ایک صفت میں بھی نہیں، دوسرا کہتا ہے کہ وہ یکتا نہیں، قدیم ہونے میں فلاں فلاں چیز شریک ہے معبود ہونے میں فلاں شریک ہے علم کامل اور عام میں فلاں فلاں شریک ہے، رزق دینے اور اولاد بخشنے میں فلاں فلاں شریک ہے، ایک مذہب کہتا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک جن کا ذکر پورے ثبوت سے ہے یعنی قرآن مجید میں ہے یہ نبی ہیں دوسرا کہتا ہے کہ یہ نبی نہیں ہیں، ایک کہتا ہے کہ فلاں فلاں صرف چند کتابیں خدائی کتابیں ہیں اور کوئی پوری کتاب خدائی کتاب نہیں۔ دوسرا کہتا ہے یہ خدائی کتابیں نہیں، دوسری فلاں فلاں خدائی کتاب ہے، ایک کہتا ہے فرشتوں کا دوزخ کا جنت کا وجود ہے، دوسرا کہتا ہے نہیں، ایک کہتا ہے دوبارہ زندہ ہو کر جزا سزا پانا ہے دوسرا کہتا ہے نہیں۔ جب سب واقعی چیزوں کی خبریں ہیں تو واقعی تو ایک ہی بات ہوگی، دونوں تو ہو نہیں سکتیں کہ خدا ہو بھی اور نہیں بھی، یکتا بھی ہو اور نہ بھی ہو فلاں صاحب نبی ہوں بھی اور نہ بھی ہوں، فرشتے جنت دوزخ دوسری زندگی خدائی کتاب ہو بھی اور نہ بھی ہو اسکو تو کوئی بے عقل سے بے عقل بھی نہیں مان سکتا کہ یہ چیزیں ہوں بھی اور نہیں بھی، جب واقعی بات ایک ہی ہوگی یا

ہونا یا نہ ہونا تو یقیناً دوسری بات غلط باطل جھوٹ اور خدا پر
بہتان اور کفر ہوگئی، خدا جانے لوگوں کی عقل کو کیا ہوا کہ ایسی
کھلی بات کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ سب مذہب سچے ہیں، آپ
ہی بتایئے کوئی اس وقت کہتا ہے کہ دن ہے، دوسرا کہتا ہے کہ
نہیں، تو کیا دونوں سچے ہو سکتے ہیں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ دن
ہو بھی اور نہیں بھی۔

ہاں ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ تاویلیں کر کرکے واقعی بات
رہنے دی جائے تب دونوں کو سچا کہا جا سکتا ہے۔ مگر ایسا سچا
کہنا حقیقت میں ہر مذہب کو جھوٹا کہنا ہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے
اور جو عقیدہ بتا رہا ہے وہ اس کا مقصود نہیں مقصود اور ہے
تو گویا ہر ایک مذہب دھوکہ دے رہا ہے۔ اس طرح سارے مذہبوں کو
دھوکہ کی چیز کہا جا رہا ہے تو مسلمان تو اپنے مذہب کو دھوکے
کی چیز مان لینے کے لئے تیار نہیں ہیں کوئی اور مانے یا نہ مانے۔

خدائی مذہب کئی ہیں یا ایک

خدا تعالیٰ کی طرف سے جو مذہب آئے ہیں وہ سب عقیدوں
میں ایک ہیں اور عمل میں جدا جدا اب ذرا غور فرمایئے کہ عقیدے
تو ایک واقعی بات کی خبر ہے جس پر یقین رکھنے کا حکم ہے اور
واقعی بات ایک ہی ہو سکتی ہے ایک شے کا ہونا نہ ہونا دونوں
واقعی نہیں ہو سکتے اور واقعی بات کا خدا تعالیٰ ہی کو ہمیشہ سے ہمیشہ
تک علم ہے لہٰذا وہ بات تو ایک ہی ہونا ضروری ہے۔ اس لیے
خدا تعالیٰ کی ذات اس کی ساری صفتیں سارے انبیاء کا نبی ہونا
فرشتوں کا ہونا اور آنا جانا دوسری زندگی کا ہونا، قیامت کا آنا
دوزخ جنت کا ہونا، جزا سزا کا ملنا خدائی کتاب اور احکام کا ہونا
نازل ہونا وغیرہ وغیرہ سب واقعی باتیں ہیں ان میں کوئی ردوبدل
نہیں ہو سکتا، ورنہ اگر ایک خدائی مذہب کہے کہ جنت کا وجود ہے
دوسرا کہے کہ نہیں اور واقع میں ایک ہی چیز ہوگی، اگر ہے تو نہیں
کہنے والا جھوٹا اور نہیں تو اور خدائی مذہب دونوں ہیں تو خدا تعالیٰ کی
طرف نعوذ باللہ جھوٹ کو منسوب کرنا ہوگا۔ یہ بالکل باطل ہے اس لیے
عقیدوں میں اختلاف ناممکن ہے اور ہمیشہ کیلئے سب خدائی مذہبوں
میں ان عقیدوں کا رہنا ضروری ہے یہ منسوخ بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ
منسوخ کہتے ہیں بدلنے کو کہتا ہے اب اگر یہ عقیدہ واقعی بات تھی تو
بدلنا واقع کے خلاف اور جھوٹ ہوا اور اگر پہلے ہی واقع کے خلاف
تھا تو وہ جھوٹ تھا۔ خدائی مذہب میں جھوٹ اور واقع کے خلاف
ہونا ناممکن ہے، اس لیے عقیدوں کا منسوخ ہونا ناممکن ہے۔ لہٰذا
سب خدائی دینوں کا عقیدوں میں ہمیشہ ایک ہونا ضروری ہے اگر
کسی ایک مذہب میں سب کے خلاف کوئی بات ملتی ہے تو معلوم ہوتا
ہے کہ کسی نے رد و بدل کر لیا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کا فرمایا ہوا واقع
کے خلاف نہیں ہو سکتا، اور ایسا وہیں ملیگا جہاں ان کے مذہب
کا یا مذہب کے قانون کا خدائی قانون ہونا پورے پکے پختہ ثبوت
سے ثابت نہیں لہٰذا وہ تحریف ہے۔

البتہ عمل کرنے کے جو احکام ہیں چونکہ الگ الگ زمانے، الگ
الگ قومیں الگ الگ ماحول الگ الگ رسم و رواج میں پھنس کر
خدا سے غافل ہونے والے الگ الگ قسم کی خرافات میں مبتلا ہونے
والے انسان ہیں ان کیلئے عمل کے قانون الگ الگ ہونگے جو جس جس
خرافات میں سختی سے پھنسا ہوگا اُس کو سختی سے روکا جائیگا جو ضعف
یا سستی و کسل سے جتنا غافل ہوگا اُسکے واسطے ویسا قانون آئیگا۔
عمل کے قوانین تو عمل کے درست کرنے کیلئے بدعملی سے روکنے کے
واسطے ہیں جس قوت یا ضعف کے ساتھ بدعملی ہوگی اُسی قدر قوت
کے ساتھ اسکے قانون کے آنے کی ضرورت ہوگی انکا بدعملی کی پوری کاٹ
کے موافق ہونا ضروری ہے اسلئے عمل کے قانون قاعدے سب کیلئے الگ
الگ آئے اور الگ الگ انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے پہلے نبی کے بعد جب
دوسرا نبی آیا تو پہلے نبی کے لائے ہوئے عمل کے قانون منسوخ فرمائے گئے
کیونکہ اُس زمانہ کے مناسب عمل کے یہ نئے قانون تھے اور پہلے لوگوں پر
بھی زمانہ بدلنے سے بعد والے نبی کی پیروی اور ان عمل کے نئے قانون پر
عمل کرنا فرض ہوا سب سے آخر میں جب سب عملی قوانین کے انتخاب کا جوہر
جس قدر صلاحیں ہو چکیں ان کی تکمیل کا نسخہ انہی عقیدوں کی تجدید اور سب
عملوں کی میزان کل آخری نبی صلے اللہ علیہ وسلم آئے جنکے آنے سے وہ سب
عمل کے قانون منسوخ اور سب کے ذمے ان آخری نبی کی پیروی اور سب پر
اس میزان الکل آخری مذہب پر عمل فرض ہوا جو کسی عقیدے سے پھرا یا کسی ایک
عملی حکم کا بھی انکار کیا تو وہ کافر بے دین اور گمراہ رہا۔

لہٰذا خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے سارے مذہب عقیدوں میں تو
ایک ہیں اول سے لیکر آخر تک اور عملی قانون میں اپنے زمانہ میں ہر ایک الگ
تھا بعد والے سے وہ منسوخ ہوتا گیا اور بعد والے میں شامل ہوتا رہا اور ہر
زمانہ میں حق اور خدائی مذہب ایک ہی رہا الا ماشاء اللہ یہاں تک کہ منسوخ
ہو ہو کر آخر میں سب عمل کے قوانین کی میزان الکل سے سب منسوخ ہو کر صرف ایک
مذہب خدائی مذہب رہا ہے وہ وہی جو حضور محمد صلے اللہ علیہ وسلم لے کر
آئے ہیں انہی کے لائے ہوئے عقیدے جو ہمیشہ کے خدائی مذہبوں کے عقیدے
رہے ہیں اور انہی کے لائے ہوئے عمل جو سب کے جوہر سب کے نسخ ہیں، تو مذہب
ہیں اب صرف یہی مذہب خدائی مذہب ہے یہی نجات کا ذریعہ یہی خدا تک
پہنچنے کا وسیلہ یہی دین و دنیا کی کامیابی کا ذمہ دار ہے ان الدین عند اللہ ۔

الدِّینَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (بیشک دین خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے)

جو خدائی مذہب پہلے آئے تھے وہ اس وقت جیسی کچھ بگڑی ہوئی صورت میں ہیں انہیں جو واقعی عقیدوں سے ہٹ چکے ہیں وہ تو گمراہی اور کفر بن ہی چکے ہیں اور اگر کوئی کہیں کسی پہاڑ کے غار میں ایسا ہو کہ وہ خدائی عطا فرمائے ہوئے عقیدوں اور عملوں پر باقی بھی ہو تو وہ منسوخ عملوں پر غیر اصلاح شدہ کاموں پر اب اللہ کی مرضی کے خلاف پڑا ہوا ہے وہ بھی گمراہی اور کفر میں مبتلا ہے اب نجات کا صرف واحد ذریعہ "اسلام" ہے۔

دنیا میں مختلف مذہب کیوں ہو گئے

انسانی مذہبوں کا سلسلہ تو حضرت آدم علیہ السلام سے چلتا ہے لیکن آدم علیہ السلام کے آنے سے پہلے دنیا میں جنوں کی آبادی تھی جو انکے آنے کے بعد پہاڑوں میں منتقل کر دی گئی تھی۔

جن ایک مادی مخلوق ہے فرشتوں کی طرح نوری نہیں ہے کہ جیسے فرشتوں میں برائی اور نافرمانی کا مادہ ہی نہیں ان میں کبھی نہ ہو بلکہ ان میں تو برائی کا مادہ بہ نسبت بھلائی کے زیادہ ہے۔ انکی پیدائش میں آگ جزو اعظم ہے اسی آگ کی وجہ سے وہ نظروں سے غائب اور متفرق شکلوں میں آسکنے کے قابل ہیں۔ لمبے چوڑے کبھی کبھی ہاتھ پاؤں

(۱۴) جرے کر سکتے ہیں ان پر بھی احکام الٰہی آئے یہ بھی قوانین خدا اور مذہب کے پابند بنے لیکن مجھے اس وقت اسکی تفصیل معلوم نہیں، نہ آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے تحقیق کا تحمل ہے کاش کوئی صاحب تحقیق کر کے لکھدیں، غرض آدم علیہ السلام سے پہلے جو مذہب دنیا میں تھا وہ جناتی مذہب تھا۔ آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے نبی ہیں جو احکام الٰہی لیکر آئے۔ ان کی اولاد میں ان کا خدائی دین چلا جو سب سے پہلا انسانی مذہب اور انسان کیواسطے سب سے پہلا خدائی دین تھا، ادھر یہ بھی کھلی ہوئی بات ہے کہ جنوں کیلئے جو مذہب خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ضروری ہے کہ وہ بھی عقیدوں میں تمام خدائی مذہبوں کے جیسا ہو کیونکہ عقیدے رہیں خدائی مذہب میں اختلاف اور منسوخ ہونا جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے نہیں ہو سکتا رہے عمل کے حکم تو بیشک انسان کا خمیر اور ہے اور جنات کا اور اس لئے ان میں الگ الگ ہونا ضروری ہے لیکن پھر بعد میں اپنے خمیر کی بدی اور شیطان کی خباثت سے ان بعض جنوں اور دیوؤں اور دیوتاؤں نے گمراہی اور باطل کے عقیدے گھڑ گھڑ کے اوروں کو گمراہ اور کافر بنا دیا اور بعد کے آنیوالے انسانوں پر بھی اپنا جادو چلایا جس سے باطل و کفر کے مذہب پیدا ہوئے ان کے مختلف شکلوں میں آسکنے کی وجہ سے انسان کا دھوکہ میں پڑ جانا سہل ہو گیا شیطان اور اسکی اولاد تو انہی میں سے ہے جو انسان کو ہر طرح سے گمراہ کرتی رہتی ہے۔

ادھر انسان میں بھی مادے کے اجزا کی تاریکی اور ان کے مرکب کا ایک خاص مزاج جس میں بدی اور شرارت کا موجود ہے جبتک انسان انتہائی کوشش سے اسکا مقابلہ نہ کرے وہ اس امتحان میں جو نورانیت و ایمان اور مادی تاریکیوں کی ہر وقت کی جنگ میں اس کا ہوتا رہتا ہے کامیاب نہیں ہو سکتا، لوگوں میں سستی پیدا ہوئی شیطان اور نفس کو گنجائش ملی خدائی قانون اور تعلیمات پر عمل کرنے میں غفلت ہوئی اور خرافات میں پھنس پھنسکر نئی نئی باتیں سوجھیں ہر انسان کو اپنے دماغ کی پیدائش کے خیالات سے انسیت ہوتی ہے وہ اس کو اچھا سمجھتا ہے جبتک دین کی کسوٹی پر نہ پرکھ لے اسکا کھرا کھوٹا ہونا معلوم نہیں ہو سکتا کسلمندی و سستی نے دین سے پرکھنے کی توفیق نہ دی شیطان کے داؤ چل گئے اور یہ انہیں پھنس گئے طرح طرح کے رسم و رواج گھڑ لئے، اور آگے کی نسلوں نے باپ دادا کا کام قرار دیکر اس کو دانتوں سے پکڑ لیا اور وہ ایک مذہب کا رنگ اختیار کر گیا جب معاملہ بڑھ چلا حق تعالیٰ کی طرف سے پھر نبی آیا حق کا راستہ دکھایا پھر از سر نو بہت لوگوں کو ایمان کی زندگی ملی بہت سے کمبخت اسی گمراہی میں اندھے ہوئے رہے اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا رہے پھر بھی بہت کی آنکھیں نہ کھلیں اور اسی شیطانی راہ کو مذہب بنائے رہے۔

اسی طرح ہر نبی کے بعد یا خود نبی کے زمانہ میں یہ حرکتیں کبھی ہوتی رہیں نبی اپنا کام کرتے اور آتے جاتے رہے جب شیطانی گمراہیاں پھیل گئیں تو آئے جب کام کر لیا واپس ہو گئے سب کے اخیر میں تمام مذاہب کا جوہر سب کا خلاصہ لیکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور قیامت تک کیلئے تمام عالم کو پیام دیا اپنے دین کے علماء کو وہ منصب دلایا کہ وقتاً فوقتاً اصلاح عالم کا کام کرتے رہیں لیکن بہت سے عقل کے اندھے ایسے رہے کہ اسی راستہ پر جس پر چلے گئے اور باپ دادا کا نام لے لیکر اسی کی رٹ لگاتے رہے۔

اسلام کے زریں اصول سے جب انکا چراغ گل ہوتا نظر آنے لگا تو نقل اتارنے کی کوشش بھی کر لی گئی، ذہانت اور دماغی قوتوں کو اس پر لگایا گیا مگر عقل سے پورا کام لیا جائے تو اصل اصل اور نقل نقل دودھ کا دودھ پانی کا پانی نظر آجائے۔ ادھر بعض ان مذہب والوں کو جو پہلے کا خدائی مذہب رکھتے تھے بعد کے نبی سے اپنے مذہب کا منسوخ ہونا توہین معلوم ہوا اپنی عزت و رفعت میں فرق کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے اس کے باقی رہنے اور منسوخ نہ ہونیکا دعویٰ کر دیا اور خدائی کتاب میں ایسا رد و بدل کر ڈالا کہ کسی بات سے دوسرے آنیوالے مذہب کا پتہ نہ چل سکے اور اس کا منسوخ ہونا معلوم نہ ہو سکے۔ یہ وہ لوگ تھے جو انسانی لباس میں شیطانی کام کر گئے۔

بات یہی ہے کہ خدا ایک ہے اس کا راستہ ایک ہی ہر نبی ایک ہی عقیدہ لیکر آیا زمانہ اور حالات کے مطابق جدا جدا عملوں سے خدا ہی کی طرف اور انہی عقیدوں پر سب کو لگایا اسلئے اصل مقصود اور اصل عقاید میں سب خدائی دین ایک اور عملی قوانین الگ الگ رہے مگر پہلے دین کے عملی قوانین بعد کے دین میں شامل ہو ہو گئے اور ایک ایک ہو ہو گئے یہاں تک کہ آخر میں سب اسلام میں شامل ہوئے اب اسلام کے عقیدوں اور عملوں کے خلاف ہر بات بالکل باطل اور گمراہی ہے اسکو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا سخت تہمت اور کفر ہے۔

نجات کا مطلب

خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے تمام دینوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک سب کے مذہبوں میں یہ عقیدہ ضروری ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے یہ زندگی چندروزہ ہے جسکی مقدار ایک سکنڈ سے لیکر چند برسوں تک کی ہوتی ہے اور اسکے بعد کی دوسری زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے اسکا راحت و آرام ہمیشہ ہمیشہ کا راحت و آرام ہے اسکا بڑا عذاب اور تکلیف نہایت سخت بے برداشت اور ہمیشہ ہمیشہ کی ہے یہاں کی بڑی سے بڑی تکلیف وہاں کی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف سے کم، یہاں ہر تکلیف کا اخیر موت ہے جس پر اس کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، وہاں کی تکلیف کا کوئی اخیر نہیں نجات ان تکلیفوں سے بچ جانے کا اور وہاں کے انعامات کے حاصل کرنیکا نام ہے یہ زندگی تو عمل اور کام کرنیکی زندگی ہے اچھے بُرے جو کچھ کام ہو سکتے ہیں وہ یہیں ہو سکتے ہیں مرنیکے بعد ان کاموں کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے اب جزا و سزا کی زندگی کی تمہید اور پھر اسکی زندگی شروع ہوتی ہے وہاں کوئی عمل نہیں کرنا ہوگا وہاں یہاں کے کئے ہوئے کا پھل لینا ہوگا۔ کڑوے بیج بو کر کڑوا پھل اور میٹھے بیج کا میٹھا پھل ملیگا۔ یہ بات کہ یہاں کے کس کس کام سے وہاں راحت عیش و آرام اور بےفکری اور خدائی دیدار حاصل ہوگا اور کس کس حرکت سے وہاں تکلیف اور بے انتہا عذاب ہوگا یہ صرف خدا تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے دین سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ جو اس وقت صرف ایک اسلام ہے اسکے معلوم ہونے میں نہ عقل کو دخل نہ کسی اور اٹکل و تخمینہ کو وہاں کی بات کو وہی جانتا ہے جس نے وہاں کا عالم بنایا ہے۔

اس چندروزہ زندگی کی تکلیفوں بھوک پیاس گرمی سردی چوٹ زخم بیماری قید فکر و غم وغیرہ سے بچنے کی ضرورت تو ہم اسقدر محسوس کرتے ہیں کہ تمام عمر سارے کاروبار محنت و مشقت صرف اسی بچاؤ کیواسطے کرتے ہیں تو اس ہمیشہ کی اور سخت ترین تکلیفوں سے بچنے کے لیے کیوں اس سے کئی گنی زیادہ ضرورت نہوگی کیوں اس سے کئی گنی زیادہ مشقت نہیں مگر کھتا معمولی معمولی ہلکے ہلکے کاموں سے نجات دلا دیتا ہے نہ زیادہ مشقت ہوتی ہے نہ زیادہ وقت لگتا ہے۔ کچھ باتوں کو معلوم کر لینے کو اور کچھ کو چھوڑ دینے کو کہتا ہے، جن میں نہ مشقت ہوتی ہے نہ وقت لگتا ہے۔ اور کچھ ہلکے ہلکے کام کرنے کو جو چوبیس[۲۴] گھنٹے میں مجموعی مقدار سے گھنٹہ بھر کو بھی نہیں پہنچتے۔

ہاں جو لوگ اپنی عقل سے اس کے لئے قانون گھڑتے ہیں جیسے قدیم زمانہ کے فلسفیوں نے اور خدائی دین سے محروم لوگوں نے گھڑے ہیں، وہ مصیبت بھی بہت اٹھاتے ہیں اور اس نجات سے بالکل محروم رہتے ہیں گو دنیا میں ذرا ذرا اسکا اثر نظر آجاتا ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس یہی زندگی ہے اچھے اور نیک کام کرنے سے دنیا میں مال دولت اور نام حاصل ہوتا ہے، بُرے کاموں سے دنیا ہی میں پریشانی ہوجاتی ہے وہ دین و مذہب کی سخت توہین کرتے ہیں انھوں نے سزا و جزا کو صرف دوروزہ زندگی کی آرام و راحت کرکے اسکی ضرورت کو بالکل فنا کردیا کیونکہ اول تو نہ معلوم یہ دو چار دن کی ہے یا زیادہ کی، دوسرے یہ تو جس طرح بھی ہوگی چندروز میں ختم ہی ہو جائیگی اس کیلئے کیا کام اور پھر بہت سے لامذہب لوگ بھی دنیوی عزت دولت اور شہرت حاصل کرلیتے ہیں جو بلا مذہب کے انہیں مل جاتی ہے تو گویا اس غرض کی بنا پر مذہب کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہی، جو لوگ بدعملی سے جانور کے جون میں آنے کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ لچر بات کہتے ہیں۔ کیونکہ انسان کو بہت سے فکر ہوتے ہیں، جانور بالکل آزاد، خصوصاً ایسے جنگل کے جانور جہاں کوئی شکاری نہ ہو تو یہ سزا کیا ہوئی یہ تو راحت ہوئی پھر جانوروں کی تعداد انسان سے بہت زیادہ ہے انسانی روح کہاں تک ان کو پورا کرے گی، نہ کرے گی تو ان کا وجود اگر سزا ہے تو کس جرم میں اور جب جانور کا ہونا ضروری اور بہت بہت کا ہونا ضروری تو گویا جرم اور گناہوں کا کرنا ضروری ایسے مذہب سے تو بجائے گناہ سے بچنے کے گناہ کا کرنا ضروری ہوا۔ غرض یہ خیال تو بہت وجہ سے بالکل ہی بودا ہے، اس لئے یہ کسی ایسے مذہب میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے ہو ہی نہیں سکتا۔

بس نجات نام ہے دوسری زندگی کے ہمیشہ ہمیشہ کے اور نہایت سخت عذابوں سے بچنے اور نہایت اعلیٰ آرام و راحت بےفکری، عیش، لذت، نعمت و انعام اور دیدار الٰہی کے حاصل کرنیکا یہ چیز ہے جس کیلئے مذہب کی ضرورت اور بے انتہا ضرورت ہے کہ جان و مال سب کچھ نثار کرکے بھی حاصل ہوجائے تو بہت سستی ہے۔

(۱۵

اصول کے سہل ہو جاوے گا اور نام اس تحریر کا توحید الحق رکھا گیا۔ یعنی دین حق کے واحد غیر متعدد ہونے کا اثبات اور آیات مندرجہ کے عدد پر نظر کر کے بست آیت لقب تجویز کیا گیا، اور کسی آیت کی تفسیر میں اگر توجیہات متعدد ہوں تو اس سے نفس مقصود میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ وہ متعدد اس امر میں متوحد ہیں کہ ان میں سے کسی توجیہ میں اس مخترع مبتدع کی موافقت نہیں نکلتی۔ پس اس مخترع کا بطلان یقیناً مجمع علیہ ہے۔ بغیر قطع نظر اجماع کے اس نئی توجیہ کو صاحب تدلیس بھی درجۂ احتمال سے متجاوز نہیں کہہ سکتا یہ احتمال بھی باطل ہے لیکن اس فرض پر بھی اس میں قابل استدلال ہونے کی صلاحیت تو نہ ہوگی۔ کیونکہ قانون عقلی ہے "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" نیز قانون عقلی ہے کہ مشتبہ محتمل کو محکم و مفسر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے تاکہ کلام صادق میں تعارض نہ ہو اور اس کا عکس قطعاً باطل ہے اور مسئلہ کا محکم ہونا ظاہر ہے جس کے دلائل محکمہ آیات آئندہ میں تو نظر سے گذر ہی جاویں گے۔ مگر تبرعاً و تقویۃً بعض حدیثیں بھی بخاری و مسلم سے نقل کی جاتی ہیں کیونکہ حدیث میں وجوہ مختلفہ کی گنجایش بہت کم ہوتی ہے تو اُن کی دلالت عام نظر میں بھی واضح ہوگی اور شیخین کے روایت کرنے سے اُنکی صحت بھی مسلم ہوگی اور ثبوت اور دلالت یہی دو روح ہیں دلیل کی۔ کما ہو معلوم وہ حدیثیں یہ ہیں۔

روی البخاری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابیٰ قیل ومن ابیٰ قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابیٰ (مشکوٰۃ)

وروی مسلم فی باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد صلے اللہ علیہ وسلم الی جمیع الناس ونسخ الملل بملتہ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال والذی نفس محمد بیدہ

یعنی ایک ہونے اور کئی نہ ہونے کو ثابت کرنا ۔ نہیں ۔ اگر کئی کئی معنے مفسرین کے لئے ہوئے ہوں ۔ یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب اُنکے کئی معنی ہیں تو ان سے دین حق کے ایک ہونیکا ثبوت یقینی نہیں رہا ۔ کیونکہ وہ معنی بھی اس بات میں ایک ہیں کہ اس من گھڑت مسئلہ کی کہ ہر مذہب نجات کا ذریعہ ہے کسی میں بھی موافقت نہیں کیونکہ ان سب کا تو اس پر اتفاق ہو گیا کہ ان معنوں کے علاوہ کوئی اور معنے بنانا باطل ہیں یعنی جب ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ ان معنی میں سے کوئی ایک مراد ہیں تو سب کا اس پر بھی اجماع ہو گیا کہ ان کے علاوہ باطل ہیں لہذا جو معنی اس مدعی اسلام نے لئے ہیں وہ اجماع امت کے باطل ہیں کیونکہ وہ ان سب کے معنوں کے علاوہ ہیں ۔ من گھڑت ایجاد بندہ ۔ اس گھڑے ہوئے کا باطل ہونا بیشک ہر اجماع امت کے بڑھ کر ہے اجماع و اتفاق سے کبھی نگاہ ہٹا لیں تو بات یہ کا اول تو ان حقیقت چھپا ہوا ہے دھوکہ کے معنے کو دھوکہ دیتے ۔ لا النحض کبھی اس آیت کے یقینی معنی نہیں کہہ سکتا ایک احتمال کے ذریعے سے آگے ثابت نہیں کر سکتا اور پھر یہ احتمالی معنی بھی خود باطل ہیں اب اگر ان معنی کو مان بھی لیں تو صرف احتمالی معنے کسی دعویٰ کی دلیل نہیں ہو سکتے دلیل کیلئے یقینی اور پختہ بات ہونی ضروری ہے اسلئے یہ دعویٰ بلا دلیل ہی ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ عقلی قاعدہ ہے کہ ایک مضمون اگر ایک جگہ ایسے لفظوں سے ہے جن میں کئی احتمال ہوں اور دوسری کسی ایک جگہ یا کئی جگہ ایسے لفظوں سے ہو جن میں یہ کئی احتمال نہ ہوں بلکہ ایک ہی معنی معین اور یقینی ہوں تو احتمالی الفاظ کو معین معنی والے کلام کی طرف لوٹانا ہموئے عقل ضروری ہے خصوصاً جبکہ کلام کسی صادق ذات کا ہو تاکہ ایک کلام دوسرے کے خلاف نہ ہو جاوے اور ایک کا سچ اور ایک کا غلط ہونا لازم آ کر ذات صادق پر کذب کا الزام نہ آ جاوے ۔ ورنہ احتمالی کلام کے کئی احتمال نہیں ہیں صرف وہی احتمال لینا ضروری ہے جو دوسری جگہ ایک معین معنی میں ہے تاکہ غیر یقینی کو یقینی کے تابع کہا جائے اس کا الٹا کرنا کہ احتمالی کلام میں سے ایک احتمال کو لیا اور دوسرے یقینی معین والے کلام کو گھیر گھار کے تاویلیں کر کے اسی کی طرف لوٹانا یہ بڑے عقل بالکل باطل ہے اور اس زیر بحث مسئلہ میں ایسی آیات کئی ہیں جن کے معین معنے صرف یہی ہیں کہ حق اور سبب نجات ہونا صرف اسلام میں منحصر ہے دوسرا کوئی مذہب حق ہو سکتا ہے نہ سبب نجات اسلئے اگر کسی آیت میں کئی معنی بن سکتے ہوں گے تو اسکو انہی آیات کے معنی کی طرف لوٹانا فرض ہو گا تاکہ حق تعالیٰ کے سچے کلام میں اختلاف نہ ہو ورنہ اختلاف میں ایک کلام کا سچا ایک کا جھوٹا ہونا لازم آ کر حق تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت لازم آئیگی جو کفر ہے العیاذ باللہ لہذا اس طرح غیر یقینی احتمال کو یقینی کے تابع بنایا جاوے گا ۔ دھوکہ کے معنی ۔ ایک احتمال کے ذریعے سے آگے ۔ احتمالی معنی کے باطل ہونے پر دوسری بہت آیتیں اور حدیثیں دلیل ہیں ۔ مان بنا ۔ دلیل بننے کی قابلیت ہی ۔ جب احتمال آ جائیگا دلیل بننا باطل ہو جائیگا ۔ جسکے معنی میں کئی احتمال ہوں اور کئی معنی اسکے بن سکتے ہوں ۔ جس میں کئی احتمال نہ ہوں مضمون عبارت اور معین ہو ۔ لوٹانا ۔ سچے کلام ۔ اختلاف کو جو ایک کلام سے ثابت ہو دوسرے کے مخالف ثابت ہو ۔ الٹا بالکل غلط ہے ۔ بے احتمال ہونا بے احتمال یعنی معین معنے والی دلیلیں ۔ احسان و مضبوطی کیلئے ۔ کئی الگ الگ قسم کے معنی کی ۔ معنی کو ادا کرنا ۔ زیادہ کھلا ہوا ۔ بخاری و مسلم ۔ تسلیم شدہ ۔ یعنی دلیل کی جان یہی دو باتیں ہیں کہ ثبوت پختہ ہو اور یہاں بخاری و مسلم کی حدیث ہونے سے حاصل ہے دوسرے معنی کو صاف و معین کر کے ادا کرنا یہ ان حدیثوں میں ہے کہ مفصل ہونے کی وجہ سے کئی کئی احتمال نہیں ہوتے ۔ جیسے کہ معلوم ہی ہے ۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام امت جنت میں جائیگی سوائے اسکے جو خود رک جائے عرض کیا گیا کہ وہ کون ہے؟ فرمایا جو میری اطاعت کریگا وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو نافرمانی کریگا وہ رک جائیگا تو معلوم ہوا کہ جو بھی حضور کے تابع نہیں اسکی نجات نہ ہوگی ۔ امام مسلم نے تمام عالم کے لوگوں کے ذمے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام لوگوں کیلئے رسول ہونے پر ایمان لانے کے فرض ہونے اور تمام مذہبوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے منسوخ ہونے کے باب میں حضرت ابوہریرہؓ کے واسطہ سے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے جو کوئی اس امت یہودی اور نصرانی مجھکو سنے گا پھر وہ مر جائیگا اور جو احکام دیکر میں بھیجا گیا ہوں انپر ایمان نہیں لائیگا تو وہ دوزخ والوں میں سے ہی ہو گا ۔ امام نووی کہتے ہیں کہ حضور نے یہودی نصرانی کو وہ بہروند تنبیہ کیلئے فرمایا ہے ۔ کیونکہ یہودیوں اور نصرانیوں کے پاس آسمانی کتاب ہی ہے جب باوجود اہل کتاب ہونے کے انکا یہ حال ہے کہ اگر وہ حضور کے لائے ہوئے کلام پر ایمان نہ لائیں گے دوزخ میں جائیں گے تو انکے علاوہ اور الگ جنکے پاس آسمانی کتاب بھی نہیں بدرجہ اولیٰ ایسے ہی ہوں گے کہ جب ایمان نہ لاویں گے دوزخی ہونگے واللہ اعلم ۱۲ ۔

لا یسمع بی احد من ہذہ الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار۔ قال النووی ولذا ذکر الیہودی والنصرانی تنبیھاً علی من سواہما لان الیہود والنصاری لہم کتاب فاذا کان ہذا شانہم مع ان لہم کتاباً فغیرہم ممن لا کتاب لہم اولیٰ واللہ اعلم۔ وروی مسلم[15] فی باب الدلیل علی ان من مات علی الکفر لا ینفعہ عمل۔ عن عائشۃ قلت یا رسول اللہ ابن جدعان کان فی الجاہلیۃ یصل الرحم ویطعم المسکین فہل ذاک نافعہ قال صلی اللہ علیہ وسلم لا ینفعہ انہ لم یقل یوماً رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین قال النووی ای لم یکن مصدقاً بالبعث ومن لم یصدق بہ کافر ولا ینفعہ عمل۔ وقال القاضی عیاض وقد انعقد الاجماع علی ان الکفار لا تنفعہم اعمالہم ولا یثابون علیہا الخ۔ یہ سب تمہید تھی اب آگے مقصود[16] شروع ہوتا ہے۔ یعنی آیات موعودہ[17] مع تفسیر نقل کرتا ہوں واللہ الہادی الی سواء السبیل وہو حسبی فی کل امر ونعم الوکیل۔

(۱۰) الآیۃ الاولیٰ۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔ (سورۂ بقر) اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب[18] کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ کو رہیں گے (بیان القرآن صفحہ ۲۵/۱۵)

توضیح۔ جس مذہب والا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتا ہو اس کا کافر اور مکذب[19] آیات ہونا یقینی ہے اور آیت میں اس کا غیر ناجی[20] ہونا صریح۔ پس اس آیت سے اہل حق کا استدلال ظاہر ہے۔

الآیۃ الثانیۃ۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورۂ بقرہ) یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہود اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین[21] (ان سب میں) جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ (کی ذات وصفات) پر اور روز قیامت پر اور کارگذاری اچھی کرے (موافق قانون[22] شریعت کے) ایسوں کیلئے ان کا حق الخدمت بھی ہے ان کے پروردگار کے پاس (پہنچ کر) اور (وہاں جا کر) کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہونگے

ف۔ حاصل قانون کا ظاہر ہے کہ ہمارے دربار میں کسی کی تخصیص

---

[15] اور امام مسلم نے اس امر پر دلیل کے باب میں کہ جو لوگ کفر ہی پر مر جائیں گے ان کا کوئی عمل ان کو نفع نہ دیگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابن جدعان نامی شخص زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور فقراء کو کھلایا پلایا کرتا تھا تو کیا قیامت میں اس کا یہ عمل اسکو کچھ نفع دینے والا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی نفع نہیں دیگا اس نے کسی وقت یہ نہیں کہا کہ اے میرے پروردگار قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف فرمانا" امام نووی کہتے ہیں یعنی وہ قیامت کی تصدیق نہیں کرتا تھا اور جو قیامت کو نہ مانے وہ کافر ہے اور کافر کو کوئی عمل فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ کافروں کو ان کے اعمال نفع نہ دیں گے اور نہ ان کو ان عملوں پر ثواب ملیگا" تو پھر تو نجات کا وسوسہ بھی نہیں ہو سکتا اور ہر کافر کے واسطے ہی چاہے وہ حضور کی نبوت کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہو یا قیامت کے یا شرک وغیرہ سے نجات تو درکنار اسکو کسی عمل سے ذرا سا بھی فائدہ نہ پہنچیگا۔ اسی پر اجماع ہے اسکے خلاف کہنے والا اجماع کے خلاف کہہ رہا ہے۔ [16] یعنی اسکو ثابت کرنے والی آیتوں کا بیان شروع ہوتا ہے کہ حق اور سبب نجات صرف ایک ہی مذہب اسلام ہی اسلام ہے اور سب مذہب باطل غیر ناجی ہیں [17] وعدہ کی ہوئی آیات جو اس مضمون سے تعلق رکھنے والی ہیں ثابت کرنے میں یا عمل کے ذکر میں [18] اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستہ کی ہدایت دینے والے ہیں وہی ہر مقصد میں کافی ہیں وہی بہترین بھروسہ کے لائق ہیں [19] جھوٹا بتائیں گے [20] احکام کو جھوٹا بتانیکا مطلب کیونکہ حضور کی نبوت کو نہ ماننا احکام الٰہی کو نہ ماننا اور قرآن شریف کا انکار ہے جو آیات و احکام الٰہی ہیں۔

[21] نجات نہ پانے والا۔ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنے والا [22] صاف [23] دلیل یعنی اس پر دلیل تھا کہ جو بھی حضور کی نبوت نہیں مانتا۔ ان کے لائے ہوئے احکام کو نہیں مانتا اور جو احکام کو نہ مانیگا وہ دوزخی ہے۔ لہٰذا جو بھی مسلمان نہیں ہے چاہے کسی مذہب کا ہو حضور کی نبوت اور ان احکام کا نہ ماننے والا ہوگا وہ کافر ہے دوزخی ہے اور ہمیشہ کیلئے دوزخی ہے .... اس کی نجات نہ ہوگی [24] عرب کے بت پرستوں کے ایک فرقے نے ان کو الگ ہو کر دوسرا عقیدہ کر لیا تھا وہ صابی کہلاتے تھے۔ ان کے عقیدے کیا کیا تھے ان کی تحقیق نہیں مختلف ملتے ہیں [25] یعنی یہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان اور عمل صالح کا اپنے تخیل کے موافق ہونا تو ظاہر ہے کہ قابل اعتبار نہیں کہ جس کو بھی وہ ایمان و عمل صالح سمجھ لے اور معتبر ہو جائے بلکہ شرعی ایمان و عمل [illegible] شریعت کے قانون کے موافق ہوگا تو معتبر ہوگا اور اسکے ثمرات اسکو حاصل ہونگے ورنہ نہیں اور شریعت کا قانون یہ ہے کہ جس نبی کے زمانہ میں ہونگے اسکی کامل اطاعت کے ساتھ ہوں لہٰذا حضور کے زمانہ میں حضور کی کامل اطاعت کیساتھ ایمان و عمل معتبر اور سبب نجات ہے اور بغیر اسکے نہیں لہٰذا مطلب جیسا کہ ہر ذی عقل کیلئے ظاہر ہے یہ ہے کہ مسلمان ہو یا یہودی نصرانی ہو یا صابی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کیساتھ ایمان و عمل صالح رکھیگا یعنی مسلمان ہوگا وہ ناجی ہے اسی کیلئے اجر اور بےخوفی و بےغمی ہے جو ایسا نہیں کرتا اور کامل اطاعت کر کے مسلمان نہیں ہوتا وہ ہمیشہ کیلئے غیر ناجی ہے دوزخی ہے اور ان ثمرات سے محروم ہے ۔ ۱۲

ہیں۔ جو شخص پوری اطاعت اعتقاد اور اعمال میں اختیار
ے گا خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو ہمارے یہاں مقبول
اسکی خدمت منظور ہے اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن
پوری اطاعت اطاعت محمدی یعنی مسلمان ہونے میں منحصر
مطلب یہ ہوا کہ جو مسلمان ہو جاوے گا مستحق اجر و نجات
زدی ہو گا اس میں اس خیال کا جواب ہو گیا۔ یعنی ان
ارتوں کے بعد بھی اگر مسلمان ہو جاویں ہم سب معاف کر دیں
اور صابئین ایک فرقہ تھا جس کے معتقدات و طرز عمل کے
میں اس وجہ سے کہ کسی کو پورا پتہ نہیں لگا۔ مختلف
وال ہیں واللہ اعلم۔ اور اس قانون میں مسلمانوں کے ذکر
ظاہر میں ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو مسلمان ہیں ہی لیکن اس
ے کلام میں ایک خاص بلاغت اور مضمون میں ایک خاص
نعت پیدا ہو گئی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی حاکم
دشاہ کسی ایسے ہی موقعے پر یوں کہے کہ ہمارا قانون عام
ہے خواہ کوئی موافق ہو یا مخالف جو شخص اطاعت کریگا
وہ مورد عنایت ہو گا۔ اب ظاہر ہے کہ موافق تو اطاعت
ی رہا ہے۔ سنانا ہے اصل میں مخالف کو۔ لیکن اس میں

نکتہ یہ ہوتا ہے کہ ہم جو موافقین پر عنایت ہیں سو اس کی علت
اُن سے کوئی ذاتی خصوصیت نہیں۔ بلکہ ان کی صفت موافقت
مدار ہے ہماری عنایت کا سو مخالف بھی اگر اختیار کر لے وہ بھی
اس موافق کے برابر ہو جاوے گا۔ اس لئے مخالف کے ساتھ
موافق کو بھی ذکر کر دیا گیا (بیان القرآن صفحہ ۳۶)

توضیح۔ اس تقریر کے بعد اس آیت سے اہل باطل کے استدلال
کا اضمحلال ظاہر ہے اور ایک ایسی ہی آیت لا یحب اللہ کے ختم
کے قریب رکوع یا ایہا الرسول بلغ میں آئی ہے۔ اس کی بھی یہی
تقریر ہے۔ اور اس مقام پر تمہید کی اس عبارت میں یعنی
کہ قولہ کسی آیت کی تفسیر میں آلی قولہ مسئلہ کا محکم ہونا ظاہر
ہے اہل نظر کا اعادہ کر لیا جاوے اور آئندہ کے مطالعہ میں بھی
اس کا اعادہ مفید ہو گا۔

بعض الاخبار۔ روی ابن جریر بسندہ عن مجاہد عن سلمان
وذکر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال النصاری واجتہادہم
فنزلت ہذہ الآیۃ فدعا سلمان فقال نزلت ہذہ الآیۃ فی اصحابک
ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مات علی دین عیسیٰ ومات
علی الاسلام قبل ان یسمع بی فہو علی خیر ومن سمع بی الیوم ولم (۱۲)

پوری فرمانبرداری کی تحقیق ہوئی اب ہی اور عمل میں بھی اس کیونکہ ایمان و عمل صالح کا ذکر تو اہل ظاہر ہوا تو شرعاً اور خدا کے یہاں معتبر نہیں کہ جا ہے کوئی بت پرستی آتش پرستی کواکب و شمس و
پرستی کو کسی ایمان سمجھے ایسے ہی من گھڑت اعمال مثلاً ننگے طواف کرنا بتوں پر چڑھاوا وغیرہ کرتا ہے بلکہ معتبر وہی طریقہ ہو سکتا ہے جو وحی الٰہی سے معلوم ہو۔ اب
قرآن شریف کے نزول کے بعد وہ طریقہ قرآنی ہے یعنی اطاعت محمدی ہے کہ جس کو اطاعت خداوندی فرمایا گیا ہے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کی اطاعت
اس نے اللہ کی اطاعت کی ۳ جو اوپر بیان ہوئی شرارتوں کے ذکر پر سامعین یا کسی یہودی کو ہو سکتا تھا کہ ایسا تو شاید اگر معذرت کر کے ایمان لائیں تو بھی حق تعالیٰ کے نزدیک
ان کا قبول نہ ہو ۴ عقیدے ۵ یعنی یہ جو فرمایا ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ صابی لوگوں میں سے جو بھی شریعت کے مطابق ایمان و عمل کریگا تو مسلمان تو پہلے سے ہی
ہے اسکے ذکر فرمانے کی ظاہراً ضرورت نہیں تھی ۶ عنایت ذکرم کے ہونیکی جگہ ۷ وجہ ۸ دارو مدار موافق ہونے کی صفت پر ہے جو بھی یہ صفت لغتیار کرے گا
وہ اسی طرح عنایت و کرم ہو گا ۹ یہ صفت موافق ہونیکی اختیار کر لے ۱۰ کمزور اور باطل ہونا جیسے کہ حاشیہ میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے ۱۱ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ
هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (رکوع ۱۰) اسکے الفاظ بھی
اسی کے قریب ہیں اس کا مضمون ہے کہ مسلمان یہودی صابی نصرانی میں سے جو شرعی ایمان و شرعی عمل صالح کریگا بخوف ہو گا اور قانون شریعت کہ اب موجودہ کی اطاعت کامل
سے ہی ایمان و عمل شرعی حاصل ہوتا ہے جو حضور کا مخالف ہو وہ کافر دوزخی اور غیر ناجی ہے ۱۲ یعنی یہ کہ اگر کسی آیت میں مفسرین نے کوئی معنے لئے ہوں تو بھی ہر مذہب کے ناجی ہونے کا
ثبوت کیا جا سکتا کیونکہ جس کو کوئی معنی بیان کئے موافق نہیں ہیں بلکہ اس معنی کا باطل ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ جب کا اس پر اتفاق ہوا کہ ان چند میں سے ایک ادیں تو اس پر تفق ہو گئے
حق ہو گیا کہ ان کے خلاف معنی باطل ہیں لہٰذا یہ معنی کہ ہر مذہب ناجی ہے باطل ہیں دوسرے یہ معنے زیادہ سے زیادہ ایک احتمال ہی تو ہے اور دو احتمال ہی تو خود باطل ہے اگر احتمال کو مان بھی لیا جائے تو احتمال
کی دلیل نہیں بن سکتی لہٰذا یہ دعویٰ بلا دلیل ہوا تیسرے احتمالی کلام کو غیر احتمالی و غیر یقینی کی طرف لوٹانا فرض ہے تا کہ کسی ایک کا ذب غلط ہونا لازم نہ آئے اور عکس کہ یقینی کو غیر یقینی احتمالی
کے تابع کیا جائے باطل ہے لہٰذا ایسے کلام کو یقینی کلام کے ہم معنی قرار دینا فرض ہے اور اسکے خلاف باطل ہے اور دوسری آیات میں اس مسئلہ کا کہ نجات صرف اسلام ہی میں منحصر یقینی ہونا ظاہر ہو چکا اس
لفظ سے ۱۳ اس لفظ تک ۱۴ ہو گا ۱۵ چند احادیث ۱۶ ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے سلمان سے روایت کیا ہے اور سلمان نے حضور سے نصاریٰ کے اعمال و مجاہدات کا
ذکر کیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی حضور نے سلمان کو بلایا اور فرمایا یہ آیت تمہارے ساتھیوں کے باب میں نازل ہوئی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عیسیٰ علیہ السلام
کے دین کو اختیار کر چکا ہو اور اسلام پر یعنی اس عقیدہ پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو کر آنیوالے تھے مجھکو سننے سے پہلے مر چکا ہے وہ خیر پر ہے اور جس نے آج مجھکو سن لیا اور ایمان نہیں
لایا تو وہ ہلاک ہو گیا اور ابن ابی حاتم نے بھی اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے تحت آیت ان الذین امنوا سے ولا ہم یحزنون تک کہ اللہ تعالیٰ نے
اسکے بعد یہ نازل فرمایا ومن یبتغ الآیۃ جو طلب کریگا اسلام کے سوا کسی اور دین کو تو وہ اس سے ہرگز مقبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں خسارہ والوں میں ہو گا یہ کہتے ہوتے
ہیں کہ قول سکے نقل کے بعد یہ کہا ہے کہ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے بھی ایسا ہی روایت کیا گیا ہے (جیسا اور مجاہد کی روایت ہی ہیں) ابن جریر کہتا ہوں کہ یہ ابن عباس کی روایت
نہ ہو اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ومن یبتغ آیت نازل فرمائی مخالف نہیں کیونکہ ابن عباس نے جو کہا ہے اس کی اطلاع ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی طریقہ اور کوئی عمل قبول نہ فرمائینگے سوائے
اسکے کہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد انکی شریعت کے موافق ہو گا اور حضور کی نبوت سے پہلے تو جو شخص اپنے رسول کا اپنے زمانہ میں اتباع کریگا وہ ہدایت پر اور نجات پر ہے

یؤمن فقد ہلک وروی ابن جریر باسنادہ عن ابن عباسؓ قولہ ان الذین آمنوا الی قولہ تعالیٰ ولا ہم یحزنون۔ فانزل اللہ تعالیٰ بعد ہذا ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وہو فی الآخرۃ من الخاسرین اھ قال ابن کثیر بعد نقل قول مجاہد ما نصہ۔ قال ابن ابی حاتم وروی عن سعید بن جبیر نحو ہذا قلت ہذا لا ینافی ما روی عن ابن عباسؓ (قولہ فانزل اللہ بعد ہذا) فان ہذا الذی قالہ ابن عباس اخبار عن انہ لا یقبل من احد طریقۃ ولا عملاً الا ما کان موافقاً لشریعۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بعد ان بعثہ فاما قبل ذلک فکل من اتبع الرسول فی زمانہ فہو علے ہدیٰ وسبیل نجات فالیہود اتباع موسیٰ علیہ السلام و الذین یتحاکمون الی التوراۃ فی زمانہم اھ الآیۃ الثالثۃ بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ (سورہ بقرہ) جو شخص قصداً بُری باتیں کرتا ہے اور اس کو اس کی خطا (و قصور اس طرح) احاطہ کرے (کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے) سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ اور جو لوگ اللہ و رسول پر ایمان لاویں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے

ف خطاؤں کے احاطہ کرنے کے جو معنے احقر نے ترجمہ میں ظاہر کر دیے ہیں احاطہ بایں معنی کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ کفر کی وجہ سے کوئی عمل صالح مقبول نہیں ہوتا بلکہ اگر کفر کے قبل کے اعمال ہوں وہ بھی حبط اور ضبط ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے کفار میں سب بدی ہی بدی ہوگی بخلاف اہل ایمان کے کہ اولاً ان کا ایمان خود ایک اعظم اعمال صالحہ ہے ثانیاً اور اعمال فرعیہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں درج ہوتے ہیں اس لئے وہ نیکی کے اثر سے خالی نہیں۔

توضیح۔ اس آیت سے اہل حق کا استدلال ظاہر ہے کیونکہ احاطہ خطیئہ کی جو تفسیر کی گئی ہے کافر یقیناً اس کا مصداق ہے اور کافر کا غیر ناجی ہونا آیت میں مصرح ہے اور حضور اقدس کی رسالت کا منکر یقیناً کافر ہے۔ پس وہ غیر ناجی ہوا اور معتزلہ کا عاصی کیلئے آیت کو عام کہنا اس مقصود میں مضر نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں کافر بدرجہ اولیٰ غیر ناجی ہوگا اور معتزلہ کے قول کا بطلان ایک مستقل بحث ہے۔

الآیۃ الرابعۃ۔ فَلَمَّا جَآءَھُمْ کِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ

---

۵ احاطہ چاروں طرف سے اس طرح گھیر لینے کو کہتے ہیں کہ اندر کی چیز باہر اور باہر کی اندر نہ آسکے لہٰذا احاطہ کا مطلب لغت سے بھی یہی ہوا کہ نیکی کا کوئی اثر نہ رہے۔ اب اس کے معنے کفر کے ہوئے اور اس لفظ سے تعبیر فرمانے میں اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ کفر تمام بدیوں کا جامع ہے اور ہر نیکی کو نیست و نابود کر دینے والی شے ہے کہ یا تو نیکی ہوگی ہی نہیں یا ظاہر میں کوئی نیکی معلوم ہوتی ہوگی تو وہ کفر کے شر سے بلکہ خاک ہو چکی ہوگی چنانچہ ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے معنی میں یہ روایت کیا ہے ای عمل مثل اعمالکم وکفر بمثل ما کفرتم حتی یحیط بہ کفرہ فما لہ من حسنۃ (یعنی جو تم جیسے عمل تم جیسا کفر کرے حتیٰ کہ کفر اسکو گھیر لے پھر اسکے پاس کوئی نیکی نہ رہے) صفحہ ۱۱ سے پہلے جیسے آیت سے پہلے حدیث میں گذر چکا ہے اور آیت الحمد میں آگے آرہا ہے ۵ ضائع اور بیکار ۵ کیونکہ بدیاں تو بدستور باقی ہیں اور نیکیاں کفر کی وجہ سے بیکار ہو گئیں تو یہ بھی بدی ہو گئی اور جو کام صورت میں اور ظاہر میں نیکی کا معلوم ہوگا جیسے کسی کافر نے کنواں مسافر خانہ شفاخانہ مدرسہ وغیرہ وغیرہ بنایا چونکہ کفر کی وجہ سے اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں تو وہ نیکی کا خول ہی خول ہے اندر کچھ نہیں دنیا میں نام لیلے تو لیلے آخرت میں اسکے لئے کوئی ثمرہ نہیں ۵ پہلے ۵ تمام نیک عملوں سے بڑا اور بڑی شان کا عمل ہے ۵ دوسرے ۵ عبادات ۵ دلیل ۵ یعنی خطا و قصور کے احاطہ کرنے اور چاروں طرف سے گھیر لینے کی جو تفسیر کی گئی ہے کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ ہو اور یہ بات کفر ہی میں ہوتی ہے ۱۱ جس پر کوئی چیز صادق آسکے یعنی کافر میں یہ بات یقیناً پائی جاتی ہے کہ خطاؤں نے اسکو ایسا گھیر لیا ہے کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہیں بدی ہی بدی ہے اور حضور کی نبوت کا اور رسالت کا منکر کافر ہے جیسے آیات واحادیث میں صاف اور اگلی آیت میں ہے لہٰذا تمام کفریہ مذہب والے بدنا ہی بدی میں گھرے ہوئے اور غیر ناجی اور ہمیشہ کیلئے دوزخی ہیں ۱۲ صاف ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخی فرمایا گیا ہے ۱۳ پہلے زمانہ میں ایک گمراہ فرقہ عقل پرستوں کا گذرا ہے جو اپنی عقل پر احکام شرعی کو ڈھالتا تھا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان گنہگار ہمیشہ دوزخ میں رہیگا۔ اس کی نجات نہ ہوگی۔ وہ اس آیت کو عاصی یعنی مسلمان گنہگار اور کافر سب کیلئے عام کہتے تھے کہ جس کو بھی گناہ گھیر لیں گے وہ ہمیشہ کو دوزخی ہے ان کا یہ عقیدہ تو غلط ہے توبہ کے مضمون کی تمام آیتوں سے اُن کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ جب مسلمان میں ایمان جیسی سب نیکیوں کی سرتاج نیکی موجود ہے اور کچھ اور بھی نیکیاں ہوتی ہیں تو گناہوں کا احاطہ کہاں ہو لیکن انکے مذہب پر بھی یہ مسئلہ جو بیان چل رہا ہے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جب اُن کے نزدیک گناہ ہونے کا ناقص احاطہ جو ایمان کے ساتھ ہوتا ہے غیر ناجی ہے تو کامل احاطہ جو کفر میں ہوگا اعلیٰ درجہ میں غیر ناجی ہوگا ۱۴ بہتر ۱۵ الگ بیان ہے بہت آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ گنہگاروں کو بھی نجات ہوگی اگر توبہ کر چکے تو بالکل شروع سے توبہ نہیں کی تو شفاعت اور معافی سے یا کچھ تھوڑی سی سزا کے بعد۔

کفرو۱ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (سورہ بقرہ) اور جب اِن کو ایسی کتاب پہنچی (یعنی قرآن) جو منجانب اللہ ہے (اور) اُس (کتاب) کی (بھی) تصدیق کرنیوالی ہے جو (پہلے سے) اُن کے پاس ہے (یعنی توراۃ) حالانکہ اس کے قبل[۱] خود بیان کرتے تھے کفار سے یعنی مشرکین عرب سے کہ ایک نبی[۲] آنے والے ہیں مگر پھر جب وہ چیز آپہنچی جس کو وہ (خوب جانتے) پہچانتے ہیں تو اس کا صاف) انکار کر بیٹھے سو (بس) خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر کہ جان بوجھ کر محض تعصب کے سبب انکار کریں اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب حق کو حق جانتے تھے تو ان کو مومن کہنا چاہئے پھر ان کو کافر کیسے کہا گیا۔ جواب یہ ہے کہ جس طرح حق کو باطل جاننا کفر ہے۔ اسی[۳] طرح باوجود حق جاننے کے انکار کرنا بھی کفر ہے بلکہ بشہادت عقل و شرع اول سے بھی قبیح[۴] تر ہے۔ دوسرے یہ جاننا اضطراری[۵] تھا جس سے وہ ناچار[۶] تھے اور ایمان تصدیق[۷] اختیاری کا نام ہے جس میں طوع[۸] و تسلیم ہو کیونکہ مامور[۹] بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے (بیان القرآن صفحہ ۴۸ ج ۱)

توضیح۔ آیت اہل حق کے مقصود میں صریح ہے۔ کیونکہ رسول اور قرآن کے انکار کو گو دل میں یقین[۱۰] بھی ہو کفر فرمایا اور کفار کا غیر ناجی ہونا ظاہر[۱۱] ہے

الآیۃ الخامسہ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ (سورہ بقرہ) البتہ جو لوگ (ان میں سے اسلام نہ لاویں) اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں ایسے لوگوں پر (وہ) لعنت (مذکورہ) اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں اور آدمیوں کی بھی سب کی (ایسے طور پر) برسا کریگی کہ) وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اُسی (لعنت) میں رہینگے (حاصل یہ کہ وہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوں گے اور ہمیشہ کا جہنم میں رہنے والا ہمیشہ ہی خدا کی خاص رحمت سے دور بھی رہیگا اور ہمیشہ ملعون[۱۲] رہنا یہی ہے اور ہمیشگی لعنت کے ساتھ یہ بھی ہے کہ داخل ہونے کے بعد کسی وقت) ان پر سے (جہنم کا) عذاب (ہلکا بھی) نہ ہونے پاوے گا اور نہ (داخل ہونے کے قبل[۱۳]) ان کو (کسی میعاد[۱۴] تک) مہلت دی جاوے گی (بیان القرآن صفحہ ۹۰ و ۹۱ ج ۱)

توضیح۔ یہ بھی اہل حق کے مدعا میں صریح ہے کیونکہ جو مسلمان نہ ہو وہ کافر ہے اور کافر کا غیر ناجی ہونا صاف مذکور ہے۔

---

[۱] پہلے [۲] حضرت قتادہ نے بہت سے بزرگوں سے روایت کیا ہے کہ ہمارے اور انصار اور اُنکے پڑوسی یہودیوں کے باب میں یہ قصہ نازل ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم زبردستی ایک زمانہ تک اُن پر چھائے رہے ہم اہل شرک تھے وہ اہل کتاب وہ کہا کرتے تھے کہ ابھی عنقریب ایک نبی بھیجے جائیں گے اُن کی پیروی کریں گے اُن کا زمانہ بس آہی گیا ہے پھر ہم اُنکے ساتھ تم لوگوں کو قتل کریں گے جیسے عاد وارم قتل کئے گئے تو جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش میں سے مبعوث کیا (یعنی اُن کی قوم سے نہیں ہوئے) اور ہم نے اُنکی پیروی اختیار کرلی فلاں یہودیوں نے کفر کرلیا (ابن کثیر ج ۱ صفحہ ۱۲۲) [۳] نہ جاننے میں تو ناواقفی کا کچھ نہ کچھ عذر ہو بھی سکتا ہے گو ناواقفی کا عذر مقبول نہیں ہو سکتا کہ تحقیق واجب ہے مگر جاننے بوجھنے میں تو برائے نام عذر بھی نہیں رہا اسلئے زیادہ بُرا ہے [۴] بہت برا [۵] بے اختیار تھا جس سے وہ مجبور تھے اور ایمان قصد اختیار سے سچا ماننے کا نام ہے جس میں رغبت و خوشی سے ہونا اور اُسکے آگے سر جھکانا ہوتا ہے اور ایمان قصد و اختیار سے سچ ماننے کو اس لئے کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے واسطے حق تعالیٰ کا حکم ہے، اور حکم اسی بات کا ہو سکتا ہے جو قدرت و اختیار کے تحت میں ہو خصوصاً جو حکم حکیم مطلق کا ہو جیسے کسی کو آپ حکم دیں کہ "دیکھو" یہ حکم اُسی کو دے سکتے ہیں جو دیکھنے کی قدرت و اختیار رکھتا ہو اندھے کو یہ کہا جاوے دیکھ تو وہ حکم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اُسکو دیکھنے کی قدرت و اختیار ہی نہیں بلکہ ایسا حکم دینے والا بے عقل کہلائیگا تو جو حکم حکیم مطلق خالق عقل ہو تو وہ ضروری ہے کہ قدرت و اختیار والے کام کا ہو جب ایمان حق تعالیٰ کا حکم ہے تو ایمان وہ سچا ماننا ہوگا جو قصد و اختیار سے ہو ان لوگوں کا جاننا اور ماننا قصد و اختیار سے نہ تھا اسلئے ایمان نہ ہوا [۶] مجبور [۷] قصد و اختیار سے سچا ماننا [۸] خوشی سے ماننا [۹] سر جھکانا قبول کرنا [۱۰] جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ۱۲ [۱۱] بہرحال دل میں کامل یقین نہ ہو جیسے اس وقت کے تمام غیر مسلمین ہیں وہ تو اعلےٰ درجہ میں اور سخت کافر دوزخی اور غیر ناجی ہوئے [۱۲] بلکہ خود اسی آیت میں جو لعنۃ اللہ علے الکافرین خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر فرمایا اور لعنت کے معنے ہیں حق تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا کہ اُس پر کسی قسم کی رحمت نہ ہو قیامت میں جس پر رحمت بالکل نہ ہوگی وہ عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیگا اس لئے ہر غیر مسلم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عذاب میں ہوگا اور غیر ناجی ہے [۱۲] لعنت کیا ہوا رحمت الٰہی سے دور کیا ہوا [۱۳] پہلے [۱۴] وقت [۱۵] اہل حق کے اس دعوے کے ثابت کرنے میں صاف ہے کہ غیر مسلم ناجی نہیں کیونکہ جو مسلمان نہیں وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قرآن مجید اور تمام اسلامیات کا منکر ہے اور ان کا منکر کافر ہے جیسا کہ آیات سے ثابت ہو چکا ہے اور کافر کا ہمیشہ کیلئے عذاب و لعنت میں رہنا اس آیت میں صاف ہے لہذا غیر مسلم کا ناجی نہ ہونا صاف ثابت ہے ۱۲۔

الآیۃ السادسۃ۔ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔

اور جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجاوے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا و آخرت میں سب غارت ہوجاتے ہیں۔ اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں اور یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (بیان القرآن ج ۱ صـ۱۲۳) توضیح مثل آیت بالا ہے۔ کیونکہ مدار حکم کفر ہے۔

الآیۃ السابعۃ۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ۔ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ (سورۂ بقرہ) اللہ تعالیٰ ساتھی ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر یا بچا کر نور (اسلام) کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) وہ ان کو نور (اسلام) سے نکال کر یا بچا کر (کفر کی) تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ (جو اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کریں) دوزخ میں رہنے والے ہیں (اور) یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (بیان القرآن ج ۱ صـ۱) یہاں بھی توضیح مثل آیت بالا ہے۔

اطلاع۔ آیات مشبتہ عدم نجات غیر مسلم تمام قرآن مجید میں سینکڑوں سے بھی متجاوز ہیں۔ مثلاً اول ہی منزل میں بدون تتبع کے سرسری نظر میں یہ آیتیں خیال میں آگئیں۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران) جو حسب تصریح روح المعانی کے کہ تعریف جزئین مفید ہے حصر کو مرادف ہے۔ آیت (۲) وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (آل عمران) کے جو مقصود میں تصریح سے بھی زیادہ ہے۔ اور آیت اول کے سلسلہ میں بہت ہی قریب وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اھْتَدَوْا الخ جس طرح اس کی تصریح ہے کہ اسلام ہی شرط ہے اہتدا کی۔ اسی طرح اس کی بھی تصریح ہے کہ اہل کتاب بھی مثل مشرکین عرب کے جس حالت میں تھے کہ شریعت محمدیہ کو قبول نہ کیا تھا

یعنی اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ مرتد لوگ اگر توبہ نہ کریں گے اور کفر کی ہی حالت میں مرجاوینگے تو اُنکے تمام عمل دنیا و آخرت میں غارت ہوجائیں گے نہ یہاں کوئی بدل ملیگا نہ وہاں اور وہ ہمیشہ کیلئے دوزخی ہونگے۔ چونکہ تمام اعمال کے غارت ہونیکو فرمایا ہے اُنکے غارت ہونیکے بھی جو کفر سے پہلے کئے تھے اور اُنکے بھی جو کفر کی حالت میں مرنے تک کئے جائیں اور اُنکے زمانے کے ایمان کی ساتھ کے بھی بیکار ہوئے اور بے ایمانی کے زمانے کے بھی اور اس غارت ہونیکی وجہ کفر ہے تو معلوم ہوا کفر کو اگلے پچھلے اعمال کے تباہ کرنے میں وہ درجہ ہے جو آگ کو پھونس کیلئے اور غیر مسلم ہونا کفر ہے لہذا ایسے تمام اعمال دنیا و آخرت میں تباہ و غارت ہوئے کہ نہ یہاں کوئی بدلہ نہ وہاں اور ہمیشہ کیلئے دوزخی و غیر ناجی ہوا ۔ حکم کا مدار کافر ہونے پر ہے جواب ایمان لائے اُنکو کفر سے نکال کر اور جو پہلے سے مسلمان ہیں اُنکو بچا کر جو انسان دوسرے انسانوں کو بہکاتا اور کفر میں مبتلا کرتا ہے۔ وہ شیطان انسی ہے اور جو جن مثلاً ابلیس وغیرہ ایسا کرتے ہیں وہ شیطان جنی ہے مرتد یعنی جو مسلمان تھا پھر نعوذ باللہ کافر ہوگیا اُسکو نکال کر اور جو پہلے ہی سے کافر ہے اسکو بچا کر یعنی غیر مسلم کافر ہے اور کافروں کے ساتھی شیطان ہیں اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے لہذا غیر مسلم غیر ناجی ہے جو آیتیں غیر مسلم کے ناجی نہ ہونیکو ثابت کرنیوالی ہیں سینکڑوں سے بھی آگے ہیں سینکڑوں سے آگے بڑھی ہوئی یعنی زیادہ پہلی منزل تلاش بیشک دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے جو تفسیر روح المعانی کے اس صاف بیان کے موافق کہ جملہ کے دونوں جزوں کا معرفہ لانا کہ الدین اور الاسلام دونوں الف لام کے ساتھ ہیں حکم جملہ کو منحصر کرنیکے لئے ہے تو معنی یہ ہیں کہ اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے اور کوئی دین اب اللہ کے نزدیک دین نہیں اس بیان سے یہ آیت اگلی آیت کے ہم معنی ہے جملہ دونوں جزوں کے اسم اخیر کا معرفہ ہے دین کو اسلام ہی میں منحصر کرنیکا فائدہ دیتا ہے ہم معنی اور جو اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کریگا وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا کہ اسلام کے سوا کوئی اور دین نہ قبول نہ سبب نجات بلکہ نہ دین کہلانیکا حق دار اسلئے سوائے مسلمان کے اور کسی کیلئے نجات نہیں چاہے کسی مذہب کا ہو صاف ان دین سے اگلی آیت میں آپ کہدیجئے ان لوگوں سے جنکو کتاب دیگئی ہے اور ان پڑھ (مشرکین عرب) سے کیا تم اسلام لاتے ہو پھر اگر وہ اسلام لے آئیں گے تو بس ہدایت پالیں گے اور اگر روگردانی کرینگے تو آپکے ذمے تو پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کی نگرانی کرنیوالا ہے اس کا صاف بیان ہے کہ اسلام لانا ہی ہدایت پانیکی شرط ہے کہ فرمایا اگر اسلام لے آئیں گے تو بس ہدایت پالیں گے یعنی اگر نہیں اسلام لائیں گے تو ہدایت نہیں پائینگے ہدایت پانا اسی طرح اسکا بھی صاف بیان ہے کہ اہل کتاب بھی عرب کے مشرکوں کی طرح غیر مسلم ہیں یہ جس طریقہ اور جس حالت پر تھے کہ حضور کی شریعت کو قبول نہیں کیا اور یہودی و نصرانی ہی رہے یہ طریقہ اسلام نہیں جیسے عرب کے شرک جس طریقہ پر تھے کہ حضور کو نہ مانا اور بدستور مشرک رہے وہ طریقہ اسلام نہیں کیونکہ دونوں قسموں اہل کتاب و مشرکین کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا ہے کہ کیا تم اسلام لے آئے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں اپنے اپنے طریقہ پر رہتے ہوئے اسلام کے طریقہ سے الگ تھے جیسے مشرک الگ تھے ایسے ہی اہل کتاب بھی الگ تھے پھر دونوں کے لئے فرمایا اگر اسلام لے آئیں گے اور شریعت محمدیہ کے پیرو ہوجائینگے تو بس ہدایت پالیں گے لہذا یہ دونوں قبل اسلام لاتے یعنی شریعت محمدیہ کی پیروی کرنیکے اسلام کے طریقہ سے الگ بھی ہوئے اور ہدایت پر بھی نہیں۔

اپنے پہلے طریق یہودیت و نصرانیت پر تھے وہ طریق اسلام نہیں ہے ۔ پس ان احکام میں اسلام بالمعنی الاعم کا احتمال محض منفی و باطل ہے اور جب اسلام نہیں تو اس لئے اہتداء بھی نہیں جو شرط نجات ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ دائرہ شریعت محمدیہ میں دوسری کسی شریعت پر عمل کرنے سے نجات نہوگی اور دوسری آیت سے بہت تھوڑے فاصلے سے ارشاد ہے ولا تموتن الا وانتم مسلمون پس اس میں تصریح ہے کہ جس اسلام کا اوپر ذکر ہے کہ اس کا غیر غیر مقبول ہے اس پر موت تک ثبات یا موت ہے پھر اس کے بہت قریب امۃ محمدیہ کی خیریت اور بنا خیریت امر و نہی و ایمان بیان فرما کر ارشاد ہے ولو آمن اہل الکتاب لکان خیرا لھم جس میں تصریح کہ نزول آیت کے وقت کے اہل کتاب اہل ایمان نہیں وہ مومن جب ہوں گے جب امت محمدیہ میں داخل ہو جائیں۔ پس یہ سب اجزا کر جدا جدا بھی اور ملکر مقصود میں اسقدر صاف ہیں کہ ان میں تحریف کی ذرہ برابر گنجائش نہیں۔

(۳) کَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ (آل عمران)

(۴) وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (نساء)

(۵) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَزِیْزًا حَکِیْمًا (نساء)

(۶) اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۔ (نساء)

(۷) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ (نساء) اس لئے آیندہ ایسی آیات بدون کسی خاص

یعنی اسلام سے حضور اعلی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی مراد ہے کوئی عام معنی مراد لینا جیسے اس تحریف کرنیوالے نے مراد لئے ہیں یعنی وہ جز جو سب آسمانی دینوں میں مشترک پایا جاتا ہے صرف ایمان باللہ و یوم آخرت یہ معنی لینا بالکل باطل ہیں کیونکہ اہل کتاب ایمان باللہ و یوم آخرت تو رکھتے تھے شریعت محمدیہ کو نہ مانتے تھے انکو کسی آیت میں بے ہدایت اور غیر مسلم فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ اب اسلام شریعت محمدیہ کی پیروی کا نام ہے اگر وہ عام معنی اسلام کے ہوتے تو اہل کتاب میں وہ پائے جاتے تھے انکو غیر مسلم اور بے ہدایت نفرمانے لہذا اسلام سے شریعت محمدیہ کے علاوہ کوئی معنی عام مراد لینا بالکل باطل اور آیت کے خلاف ہے معلوم ہدایت پانا زمانہ میں جو نجات کیلئے شرط ہے کہ بغیر ہدایت نجات نہیں اور جب ہدایت نہیں تو ناجی نہوئے کیونکہ نجات کیلئے ہدایت شرط اور ہدایت کیلئے اسلام شرط اسلام نہیں تو ہدایت نہیں ہدایت نہیں تو نجات نہیں اور ہرگز تمکو موت نہ آئے سوائے اسحالت کے کہ تم مسلمان ہوئے یعنی شریعت محمدیہ کیسوا ہر دین نا مقبول ہے اور اسی پر مرنے تک ثابت قدم رہنے کا حکم کہ اسکے علاوہ ہر دین نامقبول ہے جا رہنا حکم کیا تھا حضور کی امت خیر ہونا اور سب امتوں سے افضل و برتر و بہتر ہونا اس امت کے بہتر ہونے کی اصل وجہ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا اور ایمان لانا یعنی شریعت محمدیہ کی پیروی کرنا بیان فرما کر ارشاد ہے اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو اُن کے لیئے بہتر ہوتا صاف بیان ہے اللہ تعالی کے کلام کے الفاظ یا معانی کو بدلنا اس کی ذرا بھی گنجایش نہیں کہ بدلے ہوئے معنے قرآن کے معنی سمجھے جاسکیں یہ سب آیات اسحد کے باطل ہونیکو اور نجات صرف مسلمان کیلئے ہونے اور غیر مسلم کے غیر ناجی کو صاف صاف بیان کررہی ہیں کیسے ہدایت دیگا اللہ تعالی اس قوم کو جس نے کفر کیا اس کے بعد کہ اسلام کو جان چکے تھے اور اسکی گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچے ہیں اور انکے پاس معجزے پہنچ چکے تھے اور اللہ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتے ان لوگوں کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی سب کی ایسی حالت بن کر یہ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے۔ نہ اُن سے عذاب ہلکا کیا جائیگا نہ یہ مہلت دیئے جائیں گے۔ یہ حال یہود اہل کتاب کا تھا معلوم ہوا کہ ملت محمدی کے اتباع کے بغیر ہدایت نہیں ملتی۔

اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اُس کے رسول کی اور اللہ کی حدوں سے نکل جائیگا (کافر ہوگا) اللہ تعالی اُسکو دوزخ میں داخل فرمائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیگا اور اُس کیواسطے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہم عنقریب اُن کو دوزخ میں ڈالدینگے جب ان کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کو دوسری کھالیں بدلدیں گے تاکہ وہ عذاب کو چکھیں بے شک اللہ تعالی غالب اور حکمت والے ہیں۔

بیشک جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول سے کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُسکے رسول میں فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لاتے ہیں اور کسی کا کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اسکے درمیان کوئی راستہ اختیار کرلیں یہی لوگ کافر ہیں یقینا۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ تعالی اُن کو بخشیں گے نہیں۔

چونکہ ایسی آیتیں سینکڑوں ان سے بھی زیادہ ہیں اس لیئے۔

تحریف کرنے والی بات۔

مقتضی کے جس کی طرف کافی اشارہ بھی کر دیا جائے گا تفصل نہ کی جاویں گی۔ صرف دوسری آیات جن سے اہلِ باطل کے تمسک کرنے کا جواب دیا جائے گا منقول ہونگی۔

الآیۃ الثامنۃ (اور بوجہ تناسب[۲] کے بعد کی چند آیات متقاربہ[۳] اس کی ساتھ جمع کر کے مجموعہ[۴] کی تفسیر اور مقصود کی تقریر[۵] کیجا کر دیگی)، وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ (مائدہ) شاید کسی جاہل کو شبہ[۷] ہو کہ اس میں اہلِ تورات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرانے پر نکیر جیسے اور اس سے اہلِ توراۃ کو اس وقت بھی قرآن پر عمل کرنے کے واجب نہ ہونے کا نتیجہ نکلے۔

الآیۃ التاسعۃ۔[۹] إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۵ (مائدہ) شاید اس سے کسی جاہل کو ویسا ہی[۱۰] مذکورہ شبہ ہو کہ اس میں تورات کے موافق انبیاء کے حکم کرنے کی بنا پر اہلِ تورات کو ترغیب دی ہے۔ اس وقت بھی حکم بالتوراۃ کی اور اس کے خلاف وعید[۱۱] ہے۔

الآیۃ العاشرۃ والحادیۃ عشر۔[۱۲] وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (مائدہ) اس سے بھی جاہل کو ویسا ہی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ تورات کے بعد انجیل کا ذکر فرمانا شاید اس زمانہ میں بھی اس پر عمل کرنے کی ترغیب کیلئے ہو اور ولیحکم اہل الانجیل سے یہی مقصود ہو۔

الآیۃ الثانیۃ عشر والثالثۃ عشر والرابعۃ عشر[۱۲] وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ وَأَنِ احْكُمْ

---

[۱] دلیل حاصل کرنے [۲] ایک کے دوسری کے ساتھ مناسب ہونے کے [۳] قریب قریب کی [۴] سب کی تفسیر ساتھ ساتھ اور اس مقصود کا اثبات کہ نجات صرف اسلام میں منحصر ہے غیر مسلم ناجی نہیں [۵] ایک جگہ کر دیا گیا تاکہ مناسب اور قریب قریب کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

[۶] آیت کا ترجمہ آگے لفظ حاشیہ کے بعد تقریر و تاکید عموماً سابق عنوان میں آرہا ہے اسکو دیکھ لیا جائے۔

[۷] یعنی یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے توریت کو چھوڑ کر حضور سے فیصلہ کرانے پر تعجب کا اظہار فرمایا تو گویا حضور سے فیصلہ کرانے کو ناپسند اور اس وقت بھی توریت پر عمل کرنے کو پسند فرمایا اور قرآن شریف پر عمل کرنے کو واجب نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان اہلِ کتاب پر قرآن مجید اور شریعت محمدیہ کا اتباع واجب نہیں [۸] انکار اور ناپسندیدگی [۹] اس شبہ کا جواب آگے آئیگا۔

[۱۰] تفسیر و ترجمہ آگے آرہا ہے [۱۱] یعنی اوپر بیان کیا ہوا شبہ کہ جیسا وہ تھا قریب قریب ویسا ہی یہاں بھی ہوتا ہے کہ جب آیت میں یہ فرمایا کہ انبیاء توریت کے موافق حکم کرتے تھے اور جو لوگ اسکے موافق عمل نہ کریں اُن کو کافر فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ توریت پر عمل کی رغبت دلائی گئی اور خلاف کرنے پر عذاب کی خبر ہے لہذا اہلِ کتاب پر اب بھی توریت کا اتباع واجب اور خلاف ناجائز اور شریعت محمدیہ کا اتباع غیر ضروری ہوا۔

[۱۲] عذاب کی خبر [۱۳] ترجمہ و تفسیر آگے آتی ہے۔

[۱۴] اور چاہیے کہ انجیل والے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں نازل کیا ہے اس کے موافق حکم کریں اور جو لوگ اللہ کے نازل فرمائے ہوئے کے موافق حکم نہ کرینگے وہی لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں شبہ یہ کہ اس میں بھی انجیل پر عمل کا حکم اور خلاف کی ممانعت ہے تو ممکن ہے کہ بعد نزول قرآن مجید بھی انجیل پر ہی عمل واجب ہو۔ قرآن پر ان لوگوں کو عمل کرنا واجب نہ ہو۔

[۱۵] ترجمہ و تفسیر آگے آئیگی۔

مولوی دین محمد صاحب مدیر و پرنٹر پبلشر پروپرائٹر نے ہمدرد برقی پریس کوچہ چیلان دہلی میں۔ طبع کرا کر سہما نپور دفتر رسالہ دیندار سے شائع کیا

بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (مائدہ)

ان آیتوں میں سے ایک خاص جزو یعنی لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً سے جاہل کو وسوسہ مذکورہ ہوسکتا ہے کہ ہر جماعت کیلئے جو جدا جدا طریق تجویز فرمایا ہے شاید اس سے بھی مقصود ہو کہ سب کو اپنے اپنے طریق پر عمل کرنا چاہئے سب کو دین واحد اختیار کرکے امت واحدہ بن جانا ضروری نہیں۔ یہ سات آیتیں ہیں اب انکی تفسیر لکھی جاتی ہے اور تفسیر سے پہلے ایک تقریر ربط کی بطور تمہید کے مع اس کے حاشیہ کے لکھی جاتی ہے۔

حاشیہ ۔ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ پر ربط پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ دین اسلام تو ناسخ ادیان ہے اسکے آنے کے بعد توریت و انجیل وغیرہ سب منسوخ ہوچکی ہیں۔ پس اس بنا پر اُن لوگوں نے یہ تحکیم کی یہ تو ان پر لازم ہی تھی یعنی یہ کہ وہ آپ سے فیصلہ کراتے پھر اس پر تعجب کیوں فرمایا گیا لیکن تقریر ربط اور تفسیر سے (جو عنقریب مرقوم ہے) یہ شبہ بالکل زائل ہوگیا فَاَفْهَمْ وَاشْكُرْ لِلْمُفَسِّرِ (تبیان حاشیہ بیان القرآن ج ۳ صفحہ ۲۳ حاشیہ اخیرہ) ربط۔ اوپر مذکور ہوا کہ آپکے پاس ان کا کوئی مسئلہ یا فیصلہ لے کر آنا معرفت حق کی غرض سے نہیں بلکہ کوئی آسان بات اپنے مطلب کے موافق تلاش کرنا مقصود ہے آگے اس پر استدلال ہے بصیغہ تعجب کہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کا اپنی ایسی کتاب کو جس پر وہ ایمان رکھنے کا اقرار رکھتا ہو چھوڑ کر ایسے شخص کے پاس جس پر ایمان لانے سے اس کو انکار ہو کوئی مسئلہ و فیصلہ نہایت عجیب اور بعید ہے کہ کوئی شخص بے مطلب سچے دل سے ایسا نہیں کرسکتا اس سے وہی بات ثابت ہوگئی کہ تحقیق حق کے لئے نہیں آتے بلکہ

ف۱ تم میں ہر ایک جماعت کے لئے ہم نے ایک طریقہ اور راہ مقرر کردی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم سب کو ایک امت بنا دیتے ف۲ ایک ف۳ ایک ف۴ آیات میں آپس میں ایک دوسرے سے تعلق و مناسبت ف۵ آیت ف۶ جہاں سے ترجمہ و تفسیر نہیں لکھی گئی ف۷ سب دینوں کو منسوخ کرنیوالا ہے کہ اسکے آنے کے بعد اب کسی سماوی دین پر بھی عمل جایز نہیں لہذا سب کو اسی دین کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے ف۸ حکم یعنی ثالث بنا کر اپنے کسی جھگڑے کا فیصلہ کرانا ف۹ کیف یحکمونک کے معنی کیسے فیصلہ کراتے ہیں وہ آپ سے اور یہ الفاظ تعجب کے ہیں تو تعجب کیوں فرمایا گیا حالانکہ اور سب دینوں اور سب کتابوں کے منسوخ ہوجانے کی وجہ سے ان کے ذمہ فرض یہی تھا کہ وہ حضور سے فیصلہ کرائیں ف۱۰ قریب ہی لکھا ہوا ہے ف۱۱ دور ف۱۲ لو اسکو خوب

اپنا مطلب نکالنے کو پھرتے ہیں۔ جس کا کھلا قرینہ مطلب نہ نکلنے کی صورت میں اس شخص کے فتوے پر عمل نہ کرنا ہے۔ (بیان القرآن ج ۳ صفحہ ۲۳)

اب تفسیر لکھی جاتی ہے۔

تقریر و تاکید مضمون سابق ۔ اور (تعجب کی بات ہے کہ) وہ (دینی معاملہ میں) آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ (موجود) ہے جس میں اللہ کا حکم (لکھا) ہے (جس کے ماننے کا ان کو دعویٰ ہے اول تو یہی بات بعید ہے) پھر (یہ تعجب اس سے اور پختہ ہوگیا کہ) اس (فیصلہ لانے) کے بعد (جب آپ کا فیصلہ سنتے ہیں تو اس فیصلہ سے بھی) ہٹ جاتے ہیں (یعنی اول تو اس حالت میں فیصلہ لانے ہی سے تعجب ہوتا تھا لیکن اس احتمال سے رفع ہوسکتا تھا کہ شاید آپ کا حق پر ہونا اُن پر واضح ہوگیا ہو اسلئے آگئے ہوں لیکن جب اس فیصلہ کو نہ مانا تو وہ تعجب پھر تازہ ہوگیا کہ اب تو یہ احتمال بھی نہ رہا پھر کیا بات ہوگی جس کے واسطے یہ فیصلہ لاتے ہیں) اور (اسی سے ہر عاقل کو اندازہ ہوگیا کہ) یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں (یہاں اعتقاد سے نہیں آئے اپنے مطلب کے واسطے آئے تھے اور جب نہ ماننا عدم اعتقاد کی دلیل ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو اعتقاد نہیں اسی طرح اپنی کتاب کے ساتھ بھی پورا اعتقاد

سمجھ لو اور حضرت مفسر کے شکر گزار بنو ف۱۳ حق بات معلوم کرنے کی غرض سے ف۱۴ جان چھڑانے کیلئے توریت کے حکم سے بچنے کیلئے اسکے سخت حکم کے بجائے آپ اپنی غرض اور مطلب کیلئے آسان حکم تلاش کرنے کیلئے آتے ہیں ف۱۵ تعجب کے لفظوں سے دلیل لینا ہے ف۱۶ وہ کیونکہ ف۱۷ کھلی علامت چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور کے فیصلہ میں آسان بات نہ ملی تو فیصلہ سے ہٹ گئے تو جواب کا حاصل یہ ہوا کہ تعجب اس پر فرمایا کہ کوئی شخص اپنا مذہب جسکو وہ اب بھی بگمان باطل سچا مذہب سمجھے ہوئے ہو چھوڑ کر غیر کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا کرتا جب تک کہ کوئی خاص غرض نہ ہو تو یہ ایسا کیوں کر رہے ہیں لہذا ان کا ایسا کرنا دلیل ہے اسکی کہ انکی کوئی خاص غرض ہے وہ یہ کہ نفس پرستی میں سہولت کی تلاش ہے مذہب کی پرواہ ہی نہیں نہ پہلے کی نہ اس آپ کے مذہب کی چنانچہ جب ان نفس کے بندوں کو خواہش نفسانی کے موافق سہولت نہیں ملتی تو پھر جاتے ہیں تو یہاں اظہار تعجب انکی اس نفسانیت کے ثابت کرنے کیلئے ہے توریت پر عمل کرنیکو واجب کرنے کیلئے نہیں کہ اس سے اسوقت بھی توریت پر عمل کے واجب ہونیکا شبہ ہو اور بعض مفسرین کی رائے پر تعجب کا تعلق دونوں باتوں کے مجموعہ سے ہے یعنی توریت کو چھوڑ کر حضور سے فیصلہ کرانا اور پھر اس فیصلہ سے ہٹ جانا اور اصل تعجب کا مدار دوسری بات پر یعنی ہٹ جانے پر ہے کہ اس زور شور سے فیصلہ کرانے آکر فیصلہ سے ہٹ جاتے ہیں اور یہ دلیل ہے کسی خاص غرض کے ہونے کی لہذا تعجب حضور کے فیصلہ سے ہٹ جانے پر ہے توریت کو چھوڑنے پر نہیں ہے کہ توریت پر عمل کرنیکے واجب ہونیکا شبہ ہو ف۱۸ یعنی ان آیتوں سے پہلے کی آیتوں میں جو مضمون یہودیوں اور منافقوں کی بداعمالیوں اور انکے

نہیں ورنہ اس کو چھوڑ کر کیوں آتے۔ غرض دونوں طرف سے گئے کہ جس سے انکار ہے اس سے بھی اعتقاد نہیں اور جس سے دعویٰ اعتقاد ہے اس سے بھی نہیں[۱]) ف۔ حکم اللہ کی توضیح میں جو یہ کہا گیا کہ جس کے ماننے کا ان کو دعویٰ ہے اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ توراۃ محرف نہ ہوئی تھی کیونکہ بنا بر اُن کے زعم کے[۲] یہ گفتگو ہے یا یہ کہ[۳] ان واقعات خاصہ مذکورہ کے احکام توراۃ میں محفوظ ہوں۔ ربط۔ اوپر بہت سی آیتوں میں یہود کی نسبت اور بعض آیتوں میں نصاریٰ کی نسبت ان کا احکام و مواثیق[۴] الٰہیہ کو چھوڑ دینا اور توڑ دینا اور اس کی مذمت[۵] مذکور ہے آگے پورے رکوع میں اُن احکام الٰہیہ کا ہر زمانہ میں واجب[۶] العمل رہنا اور ان کے ترک[۷] کا حرام اور مورد[۸] وعید ہونا جن کا ظہور کبھی توراۃ کے واسطے سے ہوا اور کبھی انجیل کے واسطے سے اور اب قرآن مجید کے واسطہ سے ہے بیان فرماتے ہیں جس سے ان ناقضین[۹] کی مذمت زیادہ ظاہر ہو۔ و نیز عمل بالتوراۃ والانجیل سبب ہو جائے تصدیق رسالت محمدیہ کا جو کہ دونوں کتابوں میں مکتوب[۱۰] ہے چنانچہ فَلَا تَخْشَوُا[۱۱] النَّاسَ میں اس کی تصریح[۱۲] بھی ہے اور بعض قراءات و تفاسیر[۱۳] پر وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ میں بھی یہ مضمون ہے و نیز[۱۴] ذکر انجیل میں یہود پر تعریض[۱۵] ہے کہ وہ اس کی تکذیب[۱۶] کرتے تھے اور ذکر قرآن[۱۷] میں یہود و نصاریٰ دونوں پر تعریض[۱۸] ہے کہ دونوں اس کی تکذیب کرتے تھے اور ذکر توراۃ کے ضمن[۱۹] میں بعض احکام قصاص[۲۰] کے شاید اس لئے فرما دیئے ہوں کہ آیت سابقہ[۲۱] يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ کا ایک سبب نزول واقعہ[۲۲] قصاص بھی تھا جس کو یہود نے ایک رسم مخترع[۲۳] سے بدل لیا تھا اور گو رجم[۲۴] کو بھی بدلا تھا لیکن شاید اس کی تخصیص ذکر میں اس لئے ہو کہ اس کے اخلال[۲۵] میں عباد[۲۶] پر ظلم ہوتا تھا۔ اور وہ اخلال فی الرجم سے جو کہ حق اللہ[۲۷] ہے اشد[۲۸] تھا واللہ اعلم۔

ذکر وجوب[۲۹] عمل بتوریت در زمان او۔ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ[۳۰] الی قوله فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ہم نے (موسیٰ علیہ السلام پر) توریت نازل فرمائی تھی جس میں (عقائد صحیحہ کی بھی) ہدایت تھی اور (احکام عملیہ کا بھی) وضوح تھا انبیاء (بنی اسرائیل) جو کہ (باوجود لاکھوں آدمیوں کے مقتدا و مطاع ہونے کے) اللہ تعالیٰ کے مطیع[۳۱] تھے۔ اس (توریت) کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے اور (اسی طرح ان میں کے اہل اللہ

۱۴

ف۱ تو معلوم ہوا کہ صرف نفس کے بندے ہیں انکو کسی مذہب سے بھی عقیدت نہیں ف۲ باطل گمان کی بنا پر یہ ارشاد ہوا ہے کہ گو توریت بہ سبب تحریف ہو جانے کے بھروسہ کی نہیں رہی مگر ان لوگوں کا تو یہ دعویٰ ہے کہ یہ اللہ کے احکام ہیں تو بقول انکے جب یہ اللہ کے حکم ہیں تو اب اس کو چھوڑ کر حضور سے فیصلہ کرانے کیلئے آنا تعجب کی بات ہے ف۳ دوسرا جواب یہ ہے کہ توریت میں تحریف ہو گئی ہے اور انسانوں کو تو یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی کہ اس کا کونسا حکم اصلی ہے اور کونسا لوگوں کا بڑھایا ہوا ہے مگر حق تعالیٰ کو تو معلوم ہے اسلئے اگر ان کے باطل گمان کے موافق نہ کہا جائے تو حق تعالیٰ کے علم واقعی کی بنا پر یہ ہو سکتا ہے کہ ان خاص خاص واقعات کے احکام جن کا وہ فیصلہ لیکر آئے تھے اصلی توریت کے حکم ہوں جو حق تعالیٰ کے علم میں تھے اس بنا پر ان کو اللہ کا حکم فرمایا ہے لیکن ان بعض احکام کے حق تعالیٰ کے علم میں اصلی توریت کا کل اصلی نہ توریت کی تحریف پر مستقل دلیلیں الگ قائم ہیں ف۴ اللہ تعالیٰ سے جو معاہدے ہوئے تھے ف۵ بُرائی بیان ہے ف۶ جن پر عمل کرنا فرض ہو ف۷ احکام کو چھوڑ دینا ف۸ عذاب کی اطلاع کا موقع ہونا ف۹ معاہدے توڑنے والوں کی بُرائی ف۱۰ اور یہ بات بھی ہو کہ توریت و انجیل پر عمل کرنا حضور کی نبوت کو سچا ماننے کا سبب ہو جائے ف۱۱ بشارت دی ہوئی ہے ف۱۲ تو تم بھی لوگوں سے مت اندیشہ کرو۔ یہودی لوگ حضور کی نبوت کی تصدیق جو توریت سے معلوم بھی کر چکے تھے اسلئے نہ کرتے تھے کہ ایسا کرنے سے ہم عام لوگوں کی نظر سے گر جائیں گے اور جو عزت ہے وہ نہ رہیگی اسپر ارشاد ہے کہ لوگوں سے اندیشہ مت کرو اب اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضور کی نبوت کی تصدیق کرو ف۱۳ صاف بیان یہ تو توریت پر عمل کرنے سے حضور کی نبوت کی تصدیق کا ضروری ہونا ہے اور آگے انجیل پر عمل کرنے سے ضروری ہوتا ہے۔ ف۱۴ اور چاہیئے کہ حکم دیں انجیل والے اسکے موافق کہ جو کچھ اوس میں نازل فرمایا ہے اور انجیل میں حضور کی نبوت کی خبر ہے جب اوس کے موافق حکم ہوگا نبوت کی تصدیق بھی ہوگی یہ آیت آگے آ رہی ہے ف۱۵ یہ بھی پہلی آیتوں سے مناسبت ہے ف۱۶ طعنہ ف۱۷ جھوٹا بتانا ف۱۸ اور دونوں کے بعد قرآن مجید کا بیان ف۱۹ طعنہ ف۲۰ درمیان ف۲۱ قتل کے بدلے میں قتل کیا جانا ف۲۲ پہلی آیت جو آیت ۴ سے دو آیت پہلے قرآن شریف میں لکھا ہے ف۲۳ قتل کا بدلہ قتل ف۲۴ گھڑی ہوئی اصل کتاب میں دونوں باتوں کا پورا قصہ ہے یہاں کلام لمبا ہو جائیگا اسلئے نہیں لکھا ف۲۵ زنا کرنے والیکو پتھر مار مار کر مار ڈالنا ف۲۶ یعنی بیان کرنے میں قصاص کی خصوصیت کہ اسی کو بیان فرمایا اور رجم کو بیان نہیں فرمایا ف۲۷ خلل ڈالنا ف۲۸ بندوں پر ف۲۹ اور بندوں پر ظلم جو بندوں کے حقوق میں سے ہے رجم میں خلل ڈالنے سے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے زیادہ سخت تھا اسلئے اس کو بیان فرمایا اور سخت اسلئے کہ بندوں کے حق سخت ہی ہوتے ہیں کہ وہ انکے مرنے کے بعد معاف نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ کے حق اس وجہ سے سہولت کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحم و کرم والے ہیں معاف بھی فرما دیں گے ف۳۰ اللہ تعالیٰ کا حق جو محض اللہ کی رضامندی کیلئے ہو کسی انسان پر اس سے کوئی اثر نہ پہونچتا ہو ف۳۱ بہت سخت ف۳۲ توریت کے زمانہ میں اسپر عمل کے واجب ہونے کا بیان ف۳۳ جو آیت نمبر ۹ ہے ف۳۴ ان لفظوں تک ف۳۵ صحیح صحیح عقیدے ف۳۶ عمل کرنے کے احکام ف۳۷ ظاہر ہونا ف۳۸ پیشوا اور تابعداری کئے ہوئے کہ لوگ ان کی پیروی کرتے تھے ف۳۹ تابعداری کرنے والے۔

اور علماء بھی (اسکا کے موافق کر دیتے) اس وقت کی شریعت یعنی حکم دیتے تھے) بوجہ اس کے کہ ان (اہل اللہ و علماء) کو اس کتاب اللہ (پر عمل کرنے اور کرانے) کی نگہداشت کا حکم (حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے) دیا گیا تھا اور وہ اس کے (یعنی اس پر عمل کرنے کرانے کے) اقراری ہو گئے تھے (یعنی چونکہ ان کو اس کا حکم ہوا تھا اور انھوں نے اس حکم کو قبول کر لیا تھا اس لئے ہمیشہ اس کے پابند رہے) سو اے اس زمانہ کے رؤساء و علماء یہود جب ہمیشہ سے تمہارے سب مقتدا توراۃ کو مانتے آئے ہیں تو) تم بھی (تصدیق رسالت محمدیہ کے باب میں جس کا حکم توریت میں ہے) لوگوں سے (یہ) اندیشہ مت کرو (کہ ہم تصدیق کر لیں گے تو تمام لوگوں کی نظر میں ہماری جاہ میں فرق آویگا) اور (صرف) مجھ سے ڈرو (کہ تصدیق نہ کرنے پر سزا دونگا) اور میرے احکام کے بدلہ میں (دنیا کی متاع قلیل (جو کہ تم کو اپنے عوام سے وصول ہوتی ہے) مت لو (کہ یہی حب جاہ و حب مال تم کو باعث ہوتی ہے تصدیق نہ کرنے پر) اور (یاد رکھو کہ) جو شخص خدائے تعالےٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے (بلکہ غیر حکم شرعی کو قصداً حکم شرعی بتلا کر اس کے موافق حکم کرے) سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں (جیسا اے یہود تم کر رہے ہو کہ عقائد میں بھی مثل عقیدہ رسالت محمدیہ اور اعمال میں بھی جیسے حکم رجم وغیرہ اپنے مخترعات کو حکم الٰہی بتلا کر ضلال و اضلال میں مبتلا ہو رہے ہو (بیان القرآن ج ۳ ص ۲۴ سے ص ۳۵ تک)۔

ربط - اوپر توراۃ کا اپنے زمانہ میں حجت ہونا مذکور تھا۔ آگے انجیل کی بھی صفت مذکور ہے جیسا تمہید آیت اِنَّآ اَنزَلْنَا التَّوْرٰىةَ میں مفصل تقریر اس کی گذر چکی ہے

ذکر وجوب عمل بانجیل در زمان او۔ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيسَى الٰی قولہ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ اور ہم نے ان (نبیوں) کے پیچھے (جن کا ذکر يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ میں آ چکا ہے) عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو اس حالت میں (پیغمبر بنا کر) بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتے تھے (جو کہ لوازم رسالت سے ہے کہ تمام کتب الٰہیہ کی تصدیق کرے) اور ہم نے انکو انجیل دی جس میں (توریت ہی کی طرح عقائد صحیحہ کی بھی) ہدایت تھی اور (احکام عملیہ کا بھی) وضوح تھا اور وہ (انجیل) اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق (بھی) کرتی تھی (کہ یہ بھی لوازم کتاب الٰہی سے ہے) اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اور (ہم نے انجیل دیکر حکم کیا تھا کہ) انجیل والوں کو چاہئے کہ ۱۵ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں۔

۵۲ نگرانی و حفاظت ۵۳ یہودیوں کے علم والو اور سردار و ۵۴ پیشوا ۵۵ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو سچا بتانے کے بارہ میں ۵۶ ڈر ۵۷ عزت ۵۸ تھوڑا سامان اور دنیا کا ہر سامان چاہے کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو آخرت کے ادنیٰ سے ادنیٰ ثواب کے مقابلہ میں تھوڑے سے بھی تھوڑا ہی ہے اس لئے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ تو بہت سا مال لے کر ایسا کرتے تھے کیونکہ وہ بہت سا دنیا کا مال بھی آخرت کے اجر کے سامنے بہت تھوڑا ہے ۵۹ عزت کی محبت اور مال کی محبت ۶۰ بھڑکانے والی بات یا سبب ۶۱ سچا بتانا ۶۲ ایسے حکم کو جو شریعت کا نہیں قصد کر کے شریعت کا حکم بتا کر ۶۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا عقیدہ ۶۴ زنا کار کو پتھر مار کر ہلاک کرنا ۶۵ گھڑی ہوئی باتوں کو بجائے صحیح عقیدہ نبوت محمدیہ اور صحیح حکم سنگ باری کے ان کو خدا تعالیٰ کا حکم بتا کر ۶۶ خود گمراہ ہونے ۶۷ دوسروں کو گمراہ کرنے میں ۶۸ احکام شرعی کی دلیل ۶۹ کہ انجیل اپنے زمانہ میں شرعی دلیل تھی اور توریت پر عمل جائز تھا قاضی بیضاوی اگلی آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انجیل احکام شرعیہ پر مشتمل تھی اور یہودی شریعت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجنے سے منسوخ فرما دیا گیا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام مستقل شریعت والے تھے اور اس جملہ کے "انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں" یہ معنی لینا کہ توریت پر عمل کے واجب کرنے والے جو احکام اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمائے اس کے موافق حکم کیا کریں یہ ظاہر مفہوم کے خلاف ہے (ص ۲۲۸) کیونکہ ما انزل میں لفظ ما (جو کچھ) عام ہے ہر حکم کو شامل ہے اسکو توریت پر عمل کے واجب کرنے کے احکام کے ساتھ خاص کرنا قرآن کے مضمون کو بے دلیل بدلنا ہے اسلئے عام مراد لینا ضروری ہے اور لفظ فیہ (اس میں) سے معلوم ہوا کہ انجیل کے نازل ہونے کے بعد صرف انہی احکام پر عمل فرض ہے جو اس میں یعنی انجیل میں نازل ہوئے ہیں اور انہی احکام پر عمل نہ کرنے کیلئے آگے ارشاد ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں لہذا انجیل کے نازل ہونے کے بعد انجیل کو چھوڑ کر یہود کی شریعت پر عمل کرنا بے حکمی ہے تو وہ منسوخ ہے ۱۹ انجیل کے زمانہ میں انجیل پر عمل کے واجب ہونے کا بیان ۲۰ آیت ۱۰ و ۱۱ ۲۱ اس لفظ تک ۲۲ آیت ۹ میں ۲۳ پہلے ۲۴ سچا ہونا بیان فرماتے تھے کہ وہ اصل میں خدا تعالےٰ کی نازل کی ہوئی ہے گو لوگوں نے بعد میں رد و بدل کر لیا اور اب قابل اعتبار نہیں رہا کہ ہر حکم میں رد و بدل کا شبہ ہو گیا۔ ۲۵ نبوت کے لئے لازم باتوں میں سے ہے ۲۶ حق تعالےٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں کو سچا بتائے گو ایک سے دوسری کے عملی احکام منسوخ ہوں کیونکہ منسوخ ہونا بدل لینے یا غلط بتانے کو نہیں کہتے بلکہ حکم کی مدت کے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں تو منسوخ کرنے والی کتاب یہ بتاتی ہے کہ پہلی کتاب کے عملی احکام کی مدت اب سے پہلے تک تھی اب ان نئے احکام کی مدت ہے ۲۷ صحیح عقیدوں کی ۲۸ عمل کے لئے حکموں کا ۲۹ ظاہر بیان ۳۰ پہلے ۳۱ سچا بتانا ۳۲ حق تعالےٰ کی کتابوں کے لئے لازم باتوں میں سے ہے۔

اور (اے اس زمانہ کے نصاریٰ سن رکھو کہ) جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے (اور اسکے معنی[1] اوپر گذر چکے ہیں) تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں (اور انجیل رسالت[2] محمدیہ کی خبر دے رہی ہے تم اس کے خلاف کیوں چل رہے ہو۔ ربط اوپر توریت اور انجیل کا اپنے اپنے دورہ[3] میں واجب[4] العمل ہونا بیان فرمایا تھا آگے قرآن مجید کا اپنے دورہ[5] میں جوکہ زمانہ نزول سے قیام قیامت تک ہے واجب[6] العمل ہونا بیان فرماتے ہیں اور ان آیات کے ضمن[7] میں اشارۃ[8] ایک قصہ سے تعرض ہے جس کو ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کیا ہے کہ چند علما[9] اور سردار یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ملتمس[10] ہوئے کہ ہماری قوم سے ہمارا کچھ مقدمہ ہے اگر آپ ہمارے موافق فیصلہ فرما دیں تو ہم آپ کا اتباع[11] اختیار کرلیں جس سے بقیہ یہود بھی متبع[12] ہوجاویں گے اور آپ نے صاف انکار کردیا جسپر آپ کی تصویب[13] کے لئے۔ وان احکم الخ نازل ہوا کذا[14] فی اللباب واخرج نحوہ کما فی الروح ابن ابی حاتم والبیہقی فی الدلائل۔

۱۶ ذکر وجوب[15] عمل بالقرآن علی الأبد۔ وانزلنا[16] الیک الکتاب بالحق الی قولہ ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون۔ اور (توراۃ وانجیل کے بعد) ہم نے یہ کتاب (مسمّٰے[17] بقرآن) آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق[18] (وراستی) کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو (آسمانی) کتابیں (آچکی) ہیں (جیسے توراۃ وانجیل وزبور) ان کی بھی تصدیق[20] کرتی ہے (کہ وہ نازل[21] من اللہ ہیں) اور (چونکہ وہ کتاب مسمّی بقرآن قیامت تک محفوظ و معمول[22] بہ ہے اور اسمیں ان کتب سماویہ[23] کی تصدیق موجود ہے اسلئے وہ کتاب) ان کتابوں (کے صادق[24] ہونے کے مضمون) کی (ہمیشہ کے لئے) محافظ ہے (کیونکہ قرآن میں ہمیشہ یہ محفوظ رہے گا کہ وہ کتب[25] نازل من اللہ ہیں جب قرآن ایسی کتاب ہے) تو ان (اہل کتاب) کے باہمی معاملات میں (جبکہ آپ کے اجلاس میں پیش ہوں) اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی (خلاف شرع) خواہشوں (اور فرمائشوں) پر (آئندہ بھی) عمل درآمد نہ کیجئے (جیسا اب تک باوجود ان کی درخواست اور التماس[26] کے آپ نے صاف انکار فرما دیا یعنی یہ آپ کی رائے نہایت ہی درست ہے اسی پر ہمیشہ قائم رہئے اور اے اہل کتاب تم کو اس قرآن کے حق جاننے سے اور اس کے فیصلہ ماننے سے کیوں انکار ہے کیا دین جدید[27] کا آنا کچھ تعجب کی بات ہے آخر) تم میں سے ہر ایک (امت) کیلئے (اس کے قبل) ہم نے خاص شریعت اور خاص[28] طریقت تجویز کی تھی (مثلاً یہود کی شریعت وطریقت توریت تھی اور نصاریٰ کی شریعت وطریقت انجیل تھی پھر اگر امت محمدیہ کیلئے شریعت وطریقت قرآن مقرر کیا گیا جس کا حق ہونا بھی دلائل[29] سے ثابت ہے تو وجہ انکار کیا) اور اللہ تعالیٰ کو (سب کا ایک ہی طریقہ پر رکھنا) منظور ہوتا تو (وہ اسپر بھی قدرت رکھتے تھے کہ) تم سب (یہود و نصاریٰ و اہل اسلام) کو (ایک ہی شریعت دیکر) ایک ہی امت میں کر دیتے (اور شرع[30] جدید نہ آتا جس سے تم کو توحش[31] ہوتا ہے) لیکن (اپنی حکمت سے) ایسا نہیں کیا (بلکہ ہر امت کو جدا جدا طریقہ دیا) تاکہ جو جو دین تم کو (ہر زمانہ میں نیا نیا) دیا ہے

---

۱ کہ جو حکم شریعت کا نہیں اس کو قصداً شریعت کا حکم بتا کر اس کے موافق حکم کرے ۲ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی ۳ زمانہ ۴ جس پر عمل کرنا فرض ہو ۵ زمانہ ۶ اس پر عمل کرنیکا فرض ہونا ۷ درمیان ۸ اشارہ کے طریقہ پر ایک قصہ کا کچھ ذکر ہے ۹ سردار لوگ ۱۰ گذارش کرنے والے ۱۱ پیروی کرنے والے ۱۲ پیروی ۱۳ رائے مبارک کی درستی ظاہر کرنے کے لئے ۱۴ ایسے ہی لباب النقول فی اسباب النزول کتاب میں ہے اور جیسے کہ روح المعانی میں ہے ایسے ہی یہ روایت ابن ابی حاتم نے اور دلائل الاعجاز میں امام بیہقی نے بھی بیان کی ہے ۱۵ ہمیشہ کیلئے قرآن شریف پر عمل کے فرض ہونے کا بیان ۱۶ آیت ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ ۱۷ اس لفظ تک ۱۸ جس کا نام قرآن رکھا ہوا ہے ۱۹ سچائی ۲۰ سچا بتاتی ہے گو عمل کے احکام کو منسوخ کرتی ہے کیونکہ منسوخ کرنا ان کی مدت کا بیان کرنا ہے کہ انکی مدت ختم ہوگئی اب ان احکام کی تنسیخ سچ ہے ۲۱ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں الہامی و خداوندی ہیں اصل سے لوگوں کی بنائی ہوئی نہیں ہیں گو پھر لوگوں نے ان میں ردوبدل کرلیا ہے کہ اصل انکی خداوندی کتاب ہے البتہ موجودہ کتابیں بوجہ ردوبدل ہوجانے کے اعتبار کے قابل نہیں رہیں کیونکہ کسی حکم کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہ اصل ہے یا ردوبدل کیا ہوا ہے اسلئے ایک حکم بھی ان کا یقینی طور سے خداوندی حکم نہیں رہا ہر ایک میں بدل مبدل ہونے کا شبہ پڑ گیا اور شبہ کی چیز سے کچھ ثابت نہیں ہوا کرتا ۲۲ قیامت تک ہر طرح کے ردوبدل سے محفوظ اور قیامت تک سب کے عمل کے لئے ہے ۲۳ آسمان سے نازل ہونے والی یعنی خداوندی کتابوں کو سچا بتاتا کہ وہ اصل کتابیں خدائی ہیں۔ ۲۴ سچے ۲۵ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ۲۶ گذارش ۲۷ نئے ۲۸ شریعت احکام آلٰہی ہیں اور طریقت ان پر عمل کا طریقہ یعنی دل کے اندر ایسی ہمیشہ رہنے والی کیفیت کا قائم ہوجانا جس سے احکام شرعی پر عمل پابندی و سہولت سے ہوتا رہے تو ہر دین میں عمل کے احکام الگ الگ اور ان پر عمل کے لئے طریقت الگ الگ ہے ۲۹ دلیلوں سے ۳۰ نئی شریعت ۳۱ وحشت۔

اس میں تم سب کا (تمہارے اظہار اطاعت کیلئے) امتحان فرما دیں کیونکہ اکثر طبعی امر ہے کہ نئے طریقہ سے وحشت اور مخالفت کی طرف حرکت ہوتی ہے لیکن جو شخص عقل صحیح و انصاف سے کام لیتا ہے تو اس کی ظہور حقیقت کے بعد اپنی طبیعت کو موافقت پر مجبور کر دیتا ہے اور یہ ایک امتحان عظیم ہے بس اگر سب کی ایک ہی شریعت ہوتی تو اس شریعت کے ابتدا کے وقت جو لوگ ہوتے ان کا امتحان تو ہو جاتا لیکن دوسرے جو انکے مقلد اور اس طریق سے مالوف ہوتے ان کا امتحان نہ ہوتا اور اب ہر امت کا امتحان ہو گیا اور امتحان کی ایک یہ صورت ہوتی ہے کہ انسان کو جس چیز سے روکا جاتا ہے خواہ معمول ہو یا متروک اس پر حرص ہوتی ہے اور یہ امتحان شرائع کے تعدد میں اقوی ہے کہ منسوخ سے روکا جاتا ہے اور شریعت کے اتحاد میں بھی گو معاصی سے روکتے لیکن انمیں حقیت کا تو شبہ نہیں ہوتا اسلیئے امتحان اس درجہ کا نہیں ان دونوں امتحانوں کا مجموعہ ہر امت کے سلف اور خلف سبکو عام ہو گیا جیسا کہ صورت اولیٰ کو صرف سلف سے خصوصیت ہے بس جب شرع جدید میں یہ حکمت ہے) تو (تعصب کو چھوڑ کر) مفید باتوں کی طرف (یعنی اُن عقائد و اعمال و احکام کی طرف جن پر قرآن مشتمل ہے) دوڑو (یعنی قرآن پر ایمان لاکر اسپر چلو ایک روز) تم سبکو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سبکو جتلا دیگا جس میں تم (باوجود وضوح حق کے دنیا میں خواہ مخواہ) اختلاف کیا کرتے تھے (اس لیئے اس اختلاف بیجا کو چھوڑ کر) حق کو جو کہ اب منحصر ہے قرآن میں قبول کر لو) اور (چونکہ ان اہل کتاب نے ایسی بلند پروازی کی کہ آپ سے درخواست اپنے موافق مقدمہ طے کر دینے

فرمانبرداری ظاہر کرنے کیلئے طبیعت انسانی کی بات اس نئے طریقہ کی حقیقت کے ظاہر و روشن ہو جانے کے بعد ابرو دست شروع ہے کیونکہ ان کے واسطے یہ نئی چیز تھی انکی طبیعت کو اس سے وحشت ہوتی مخالفت کی تحریک پیدا ہوتی پھر اگر وحشت و مخالفت کرتے تو امتحان میں فیل ہوتے اور حقیقت پر نظر کر کے پیروی اختیار کرتے تو امتحان میں کامیاب ہو جاتے لیکن دوسرے لوگ جو صرف انکی اولاد یا متعلق ہونیکی وجہ سے قیامت تک محض انکی پیروی سے اس شریعت کی پیروی کرتے تو چونکہ انکی سامنے اسکی ابتدا نہیں ہوئی انکے لئے تو یہ نئی چیز نہ ہوئی وہ تو پہلے سے اس سے مانوس ہوتے انکی طبیعت پر وحشت اور مخالفت کی تحریک نہ ہوتی پھر مخالفت یا موافقت سے انکا امتحان نہ ہوتا جیسے مثلاً یہود امت کا امتحان عیسوی شریعت سے اور عیسوی امت کا محمدی شریعت سے ہو گیا عمل کرنیکی چیز پر عمل سے چھوڑنے کی چیز کو چھوڑنے سے روکا جائے لالچ اور رغبت (یعنی پہلی شریعت کے عملوں پر عمل کی اور ممانعتوں کو چھوڑنیکی رغبت ہوتی ہے کہ جیسے پہلے سے عادت ہو ویسے ہی کریں شریعتوں کے کئی ہونیمیں زیادہ قوی ہے کیونکہ منسوخ شریعت سے روکا جاتا ہے تو اسکی عبادت کے عمل کی اور ممانعتوں کے چھوڑنے کی ایسے حرص ہو گی کہ جیسے وہ پہلے سے حق تھی اب بھی حق گمان کر کے یہ حرص ہوگی اسلئے یہ امتحان زیادہ سخت ہے کہ ہمیشہ کی حق بات کو ایکدم حکم ملتے ہی ناحق قرار دے لینا بہت کٹھن ہے آخر گناہ ہونے یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ نئی شریعت کی کیا ضرورت تھی ایک ہی شریعت کے رہنے میں بھی امتحان ہو سکتا تھا کہ گناہوں سے جامیں روکا جاتا ہے انکے کرنیکی حرص ہوتی پھر کرنے میں فیل اور نہ کرنے میں کامیاب ہونیکا امتحان ہوتا تو جواب یہ ہوا کہ امتحان بیشک ہوتا مگر چونکہ گناہ سے روکنے سے گناہوں کے حق ہونیکا شبہ نہیں ہو سکتا اسلئے کرنیکی جو حرص ہوتی وہ زیادہ قوی نہ ہوتی اور پہلی شریعت سے روکنے میں اس شریعت کے حق ہونیکا شبہ ہوتا ہے کیونکہ آخر پہلے سے اسپر عمل تھا ہی اسلئے اس سے رکنے میں زیادہ قوی امتحان ہے گناہوں سے رکنے میں ایسا قوی امتحان نہیں ہے حق ہونیکا اور ان دونوں امتحانوں کے مجموعہ کہ پہلی شریعت سے ہر امت کے اگلے لوگوں کا اور بعد کی شریعت سے پچھلے لوگوں کا اور ہر گناہ ہونے ہر ایک کے اگلے پچھلے لوگوں کا امتحان ہی تو اگلے پچھلے سب کا امتحان ہو گیا جبکہ پہلی صورت یعنی صرف پہلی شریعت سے رکنے میں صرف اگلے لوگوں کا تھا اگلے لوگ جو ہر امت کے اول میں ہوں اور پچھلے لوگ جو انکی اولاد یا معتقدین میں سے پیچھے ہوئے ہوں یعنی پہلی صورت اگلے لوگ نئی شریعت یعنی حق تعالیٰ یہ جتلائیں گے کہ تم قرآن سے اختلاف کرتے تھے اسکی یہ سزا ہے تو قرآن سے اختلاف رکھنے میں خدا تعالیٰ کے سامنے کی پیشی کو یاد کرو اور اسی سے باز آؤ حق ظاہر ہو جانے کے :۔

(9)

کی کرتے ہیں جہاں کہ اس کا احتمال ہی نہیں اسلیئے ان کے حوصلے پست کرنے کو اور اسکو سنا کر ہمیشہ ہمیشہ انکے نا امید کر دینے کو) ہم (مکرر) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان (اہل کتاب) کے باہمی معاملات میں (جبکہ آپ کے اجلاس میں پیش ہوں) اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجیئے اور انکی (خلاف شرع) خواہشوں (اور فرمائشوں) پر (آئندہ بھی) عملدرآمد نہ کیجیۓ (جیساکہ ابتک بھی نہیں کیا) اور ان سے یعنی انکی اس بات سے (آئندہ بھی مثل سابق) احتیاط رکھیئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھی بچلا دیں (یعنی گو اسکا احتمال نہیں لیکن اس کا قصد بھی رکھنا موجب ثواب جبی ہے) پھر (باوجود وضوح قرآن اور اسکے فیصلہ کے حق ہونیکے بھی) اگر یہ لوگ (قرآن سے اور آپکے فیصلہ سے جو موافق قرآن ہوگا)

(۱۰) اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجیۓ کہ بس خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعضے جرموں پر (دنیا ہی میں) ان کو سزا دیدیں (اور وہ بعضا جرم فیصلہ کو نہ ماننا ہے اور حقانیت قرآن کے نہ ماننے کی سزا پوری آخرت میں ملے گی کیونکہ پہلا جرم ذمی ہونیکے خلاف ہے اور دوسرا جرم ایمان کے خلاف ہے حربیت کی سزا دنیا ہی میں ہوتی ہے اور کفر کی سزا آخرت میں چنانچہ یہود کی سرکشی اور عہد شکنی جب حد تسامح سے متجاوز ہوئی تو ان کو سزائے قتل اور قید اور اخراج وطن کی دی گئی) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہ حالات سنکر آپ کو رنج ضرور ہوگا لیکن آپ زیادہ غم نہ کیجیۓ کیونکہ)

زیادہ آدمی تو (دنیا میں ہمیشہ سے) بے حکم ہی ہوتے (آئے ہیں) یہ لوگ (فیصلہ قرآنی سے جو کہ عین عدل ہے اعراض کر کے) پھر کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (جسکو انہوں نے برخلاف شرائع سماویہ کے خود مخترع کر لیا تھا جسکا ذکر دو واقعوں کے ضمن میں اس رکوع سے پہلے رکوع آیت یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ کی تمہید میں گزر چکا ہے حالانکہ وہ سراسر عدل اور دلیل کے خلاف ہے یعنی اہل علم ہو کر علم سے اعراض کرنا اور جہل کا طالب ہونا عجب در عجب ہے) اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا (فیصلہ کرنے والا) ہوگا (بلکہ کوئی مساوی بھی نہیں پس خدائی فیصلہ کو چھوڑ کر دوسرے کے فیصلہ کا طالب ہونا عین جہل نہیں تو کیا ہے لیکن یہ بات بھی) یقین (و ایمان) رکھنے والوں (ہی) کے نزدیک (ہے کیونکہ اسکا سمجھنا موقوف ہے قوت عقلیہ کی صحت پر اور وہ کفار اس سے بے نصیب ہیں) ف اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہاں سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہر امت کا طریقہ دین جدا ہے اور دوسری آیات سے واحد ہونا معلوم ہوتا ہے جیسے سورۂ شوریٰ میں ہے شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ الخ جواب یہ ہے کہ جدا ہونا باعتبار فروع و اعمال کے ہے اور واحد ہونا باعتبار اصول و عقائد کے (بیان القرآن صفحہ ۳۰ ج سے صفحہ ۲۹ تک ج ۳) توضیح مجموعی تقریر سے شبہات باطلہ کا زوال و اضمحلال بالصراحت و جیہ واضح ہو گیا بالخصوص جب آخر کی دو آیتوں میں اور انکی

پہلے کی طرح کیونکہ حکم سے بچل جانا انبیاء کے معصوم ہونیکے خلاف ہے جب حضور معصوم ہیں تو پھر بچل جانیکا احتمال ہی نہیں لیکن جبکہ احکام پر جمار ہنا عبادت ہے اور عبادت کے قصد پر ثواب ہے تو اس قصد پر بھی ثواب ہے سبب قرآن کے ظاہر و روشن ہونے کے منہ پھیرنا یعنی ان لوگوں پر آپکا اور قرآن مجید کا ماننا فرض ہے اگر وہ روگردانی کریں اور نہ مانیں تو انکو دنیا و آخرت میں سزا ہوگی تو صاف معلوم ہوا کہ حضور کی اور قرآن شریف کی پیروی فرض ہے اور انکی شریعت منسوخ ہے اب بغیر حضور کی اور قرآن شریف کی پیروی کے نجات نہیں لہذا اگر یہ لوگ مسلمان نہیوں تو ناجی نہیں ہیں قرآن شریف کے حق ہونے کو وہ کافر جو مسلمان بادشاہ کی رعیت ہو یعنی یہ جرم رعیت ہونے کے خلاف ہے ایک طرح کی بغاوت ہے حربی ہونا یعنی رعیت سے نکل کر مقابل و باغی ہونا جو قرآن مجید کو نہ ماننے سے ہوا نہ سر پھرا ہونا اور مقابلہ میں آنا اور عہد توڑنا درگزر کی حد سے آگے نکل گیا بے وطن کرنا بالکل انصاف منہ پھیرنا آسمانی شریعتوں کے خلاف گھڑ لیا تھا درمیان میں وہ دونوں ایک قصاص یعنی قتل کے بدلہ قتل کے حکم کو لینا تھا دوسرا جو لوگ

کنوارے نہیں انکے زنا کرنے پر سنگساری کی سزا کو بدل لینا تھا[19] بالکل انصاف کے برابر یعنی اچھا انصاف کرنیوالا تو کیا ہوتا اللہ تعالیٰ کی برابر انصاف کرنیوالا بھی نہیں بالکل جہالت ہے عقل کی قوت کے درست ہونے پر صحیح و درست ہونا ایک مقرر کیا تمہارے واسطے وہ دین میں وہ جسکی ہم وصیت کی ہے نوح کو اور وہ جو بھیجی وحی نازل کی تمہاری طرف اور وہ جسکی ہم نے وصیت کی ہے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو اس سے معلوم ہوا کہ ان سب حضرات کو جو احکام دیئے گئے ہیں وہی آپکو دیئے گئے تو سب کی شریعت ایک ہے ایک ہونا یعنی عقیدوں میں سب خداوندی شریعتیں ایک ہیں کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات پر تمام خداوندی کتابوں پر تمام رسولوں پر اور روز قیامت پر ایمان رکھنا وغیرہ وغیرہ تمام عقیدے ایک ہیں ان کا ہر شریعت میں ہونا ضروری ہے اور عمل کے احکام نماز روزہ حج زکوٰۃ تلاوت طہارت توبہ وغیرہ وغیرہ کے احکام اور انکے طریقے جدا جدا ہیں دور ہونا اور گم ہونا باطل ہونا بہت صاف طریقہ سے روشن

تقریر میں غور کیا جاوے یعنی اَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ سے یُوْقِنُوْنَ تک سے جن میں قرآن کے موافق فیصلہ کی تاکید اور قرآن کے خلاف فیصلہ چاہنے پر تنبیہ مصرح ہے اور بعض آیات ان ہی آیات مذکورہ کے متقارب المعنی ہیں جنمیں توریت انجیل اور قرآن سب پر عمل کرنے کے متعلق مضمون ہے اس رکوع سے تیسرے چوتھے رکوع میں آئی ہیں جس سے کسی جاہل کو وسوسہ ہو سکتا ہے کہ ان سب کتابوں پر عمل کرنے والے ناجی ہیں اسلئے مختصراً ان کا حاصل بھی نقل کئے دیتا ہوں ایک آیت یہ ہے
وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ ۔
دوسری آیت یہ ہے قُلْ یٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ سو ان دونوں کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب کو جو کہ توریت وانجیل کی تصدیق اور قرآن کی تکذیب کرتے تھے خطاب ہے کہ ان سب کتابوں کی پابندی کی اسطرح ضرورت ہے کہ ان میں جس کتاب پر عمل کرنے کو لکھا ہے سب پر عمل کرو جس میں تصدیق رسالت بھی آگئی اور اس سے احکام محرفہ و منسوخہ خارج ہیں کیونکہ ان کتب کا مجموعہ ان پر عمل کرنے کو نہیں بتلاتا بلکہ منع کرتا ہے تو آیات بالا اور ان آیتوں میں سب میں توریت وانجیل پر عمل کرنے کی حقیقت یہ بتلائی گئی ہے کہ قرآن کی بھی تصدیق کریں اور

اس پر عمل کریں بدون اسکے ان پر عمل کرنے کو کمال کافی فرمایا گیا بعض الاخبار محمد بن جریر عن السدی وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ لو عملوا بما اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مما جاءھم به محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ وعن مجاهد وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ الخ اما اقامتهم التوراة فالعمل بها واما مَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ فمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وما انزل الیه قال ابن جریر فان قال قائل وکیف یقیموا التوراة والانجیل وما انزل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع اختلاف هذه الکتب ونسخ بعضها بعضًا قیل (ای فی الجواب) انها وان کانت کذلک فی بعض احکامها وشرائعها فهی متفقة فی الایمان برسل اللہ والتصدیق بما جاءت به من عند اللہ فمعنی اقامتهم التوراة وما انزل الی محمد صلی (۱۱) اللہ علیہ وسلم تصدیقهم بما فیها والعمل بما هی متفقة فیه وکل واحد منها فی الجزء الذی فرض العمل به۔ اسی طرح بعض آیات میں توریت وانجیل پر عمل کرنے والوں یعنی اہل کتاب کی مدح آئی ہے شاید اس سے کسی کو

---

۱ عذاب کی خبر صاف آئی ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ان سب پر حضور اور قرآن کا ماننا فرض ہے نہ مانیں گے تو کافر اور غیر ناجی ہیں اب کہ یہ لوگ نہیں مانتے تو کافر اور غیر ناجی ہیں ۲ مذکورہ کے قریب قریب معنے والی ہیں ۳ مختصر طریق سے ۴ اور اگر یہ لوگ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے (اب) ان کے پاس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے) بھیجی گئی ہے اسکی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے (یعنی اسکی برکت سے اوپر سے پانی برستا نیچے سے زمین کی پیداوار ہوتی یعنی عملوں کی برکت سے خوب فراغت ہوتی مگر یہ کفر پر اصرار کرتے رہے تو دنیا کی تکالیف میں مبتلا رہے) ۵ آپ کہئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں جب تک کہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب (اب) تمہارے پاس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے) تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے اسکی بھی پوری پابندی نہ کرو گے ۶ سچا بتانا ۷ جھوٹا کہنا ۸ حضرت محمد صلعم کے رسول ہونیکو سچا ماننا بھی آگیا ۹ تحریف کئے ہوئے یعنی ردوبدل کئے ہوئے احکام ۱۰ منسوخ احکام ۱۱ یعنی ان سب کا توریت وانجیل و قرآن کا مجموعہ یعنی سب ملکر ان بدل سدل کئے ہوئے احکام پر عمل کو نہیں بتاتی بلکہ منع کرتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں جگہ جگہ ان کی تحریف کا ذکر اور اسپر عمل کی ممانعت ہے تو مجموعہ میں ممانعت ہوئی ۱۲ حاصل یہ ہے کہ جہاں بھی توریت وانجیل پر عمل کو فرمایا ہے

پوری کتاب پر عمل کو فرمایا ہے اور پوری کتابیں حضور کی نبوت اور قرآن شریف اور انکی پیروی کا بھی حکم ہے لہٰذا یہ فرمایا ہے کہ بقیہ صحیح اصلی توریت وانجیل کی بھی اور اس حصہ کی بھی جس میں قرآن مجید اور حضور کی پیروی کا بیان ہے پیروی کریں اور اسطرح پوری کی پوری کتاب کی پیروی کریں بدون حضور کی اور قرآن شریف کی پیروی کئے تو کچھ حصہ پر عمل ہوگا کچھ حصہ پر نہ ہوگا اور کل کتاب پر عمل کرنیکو فرمایا ہے کچھ توریت وانجیل پر عمل کرنیکو نہیں فرمایا نہ اسکو کافی قرار دیا جب حضور کی پیروی فرض ہوئی تو بغیر اسکے نجات نہ ہوئی اسلئے منکرین کو ناجی نہیں کہا جا سکتا ۱۳ کچھ حدشیں ۱۴ ابن جریر نے سدی رح سے روایت کیا ہے ولو انهم اقاموا التوراة آیت میں کہتے ہیں اگر یہ لوگ اسپر عمل کرتے جو انکی طرف نازل کیا گیا ہے مراد وہ احکام ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ۱۵ اور مجاہد رح سے روایت کیا ہے اسی آیت میں کہ توریت کی پابندی تو توریت پر عمل کرنا ہے اور جو انکی طرف انکے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسکی پابندی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جو ان پر نازل ہوا اسکے ذریعہ سے ہے ۱۶ ابن جریر کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اہل کتاب توریت وانجیل اور ان احکام کی جو حضرت محمد صلعم پر نازل فرمائے گئے ہیں پابندی کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ ان سب کتابوں کے احکام میں اختلاف ہے اور بعض بعض کو منسوخ کرتی ہیں تو جواب میں کہا جائیگا کہ اگرچہ یہ کتابیں بعض احکام و اعمال میں مختلف و ناسخ ہیں مگر تمام انبیاء اور جو جو احکام وہ اللہ کی طرف سے لیکر آئے ہیں سب پر ایمان کے لانے میں متفق ہیں اسلئے توریت کی اور جو حضرت محمد صلعم پر نازل فرمایا گیا ہے اس کی پابندی کرنے کے یہ معنے ہیں کہ جو کچھ ان سب کے اندر ہے اسکو سچا یقین رکھیں اور دونوں کے متفق احکام اور ہر ایک کے اس جزو پر جسپر عمل فرض ہے عمل رکھیں ۱۷ تو اسکے۔

مذکورہ وسوسہ ہو سو اکثر آیات تو ان اہل کتاب کے حق میں ہیں جو مسلمان ہوگئے تھے اور اگر کسی آیت میں اس فیصلہ سے قطع نظر کرلی جاوے تو اس میں محض بعض اعمال کی مدح مقصود ہے انکی کے موجب نجات ہونیکی کوئی دلیل نہیں مثلاً آیت بالا وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ الخ کے اخیر میں ارشاد ہے مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ یہ اسلام لانے والوں کے حق میں ہے چنانچہ سورۂ آل عمران میں مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ کے بعد جو ان کے اوصاف بیان فرمائے ہیں يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ سے مِنَ الصّٰلِحِيْنَ تک وہ بمنزلہ تفسیر کے ہے مقتصدۃ اور قائمۃ کی - اسی طرح سورۂ بقرہ میں اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ہیں انہی کے ساتھ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ اسکی تفسیر مذکور ہے اور مثلاً آل عمران میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اگر ان روایات سے بھی قطع نظر کرلیجاوے جن میں اس آیت کا نزول خاص ان اہل کتاب کے باب میں مذکور ہے جو ایمان لے آئے تھے جیسا معالم میں بروایت ضحاک حضرت ابن عباس رضی سے نقل کیا ہے تب بھی یہ مدح

(۱۲)

باعتبار قبول عند اللہ کے نہیں بلکہ بنا بر انصاف و بے تعصبی کے ہے کہ مخالف کے ہنر کی بھی بقدر واقعی داد دیجاتی ہے لیکن بس اس اصل کلی پر ایسی سب آیتوں کا محمل متعین ہوگیا اور وسوسہ مذکورہ محض مضمحل و زائل ہوگیا خوب سمجھ لو بعض الاخبار روی ابن جریر بسندہ عن مجاہد مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ هم مسلمة اهل الكتاب وعن السدى مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ يقول مؤمنة الاية الخامسة عشر مع ما يليها یہ کئی آیتیں متقارب اور متناسق ہونیکی وجہ سے بحکم آیت واحدہ قرار دی گئیں لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا

ف یہ کہ جب باوجود قرآن شریف پر عمل کرنے کے حق تعالی نے انکی تعریف فرمائی ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن شریف پر عمل کرنا ان پر فرض نہ تھا ورنہ پھر تو فرض کے چھوڑنے والے ہوتے اور بجائے تعریف کے انکی برائی بیان ہوتی پہلا جواب یہ ہے کہ بہت سی آیتیں تو ان اہل کتاب کے بارے میں ہیں جو مسلمان ہوگئے تھے قرآن اور حضور پر ایمان لاچکے تھے انکی تعریف سے تو یہ وسوسہ بالکل ہی غلط ہے کہ قرآن پر عمل نہ کرتے ہوئے انکی تعریف ہوئی کیونکہ وہ تو مسلمان ہوکر عمل کررہے تھے ہاں اگر ایسے لوگوں کی شان میں ہونے سے نظر ہٹالیجائے تو اب دوسرا جواب یہ ہے کہ تعریف تو کسی کی ہے انکی بے انتہا نہیں ہے اور کسی عمل کی تعریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عمل اللہ تعالی کے یہاں مقبول اور باعث نجات ہو جائے چنانچہ دوسرے کفار اور مشرکین جو خیر خیرات کے عمل کرتے ہیں وہ سب نیک ہونے نجات کا سبب نہیں ہو سکتے لہذا ان عملوں کے سبب نجات ہونے پر کوئی ... کیونکہ یہ عمل خود اچھے ہیں مگر کفر کی وجہ سے بیکار ضائع ہوکر سبب نجات نہیں رہتے تعریف سبب ... اور یہ آیتیں وحدت سے پہلے جو آیتیں لکھی ہیں انہیں کی پہلی آیت کے بعد کی یہ ... ان میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی بھی ہے انہیں اہل کتاب میں ایک جماعت وہ بھی ہے جو (دین حق پر) قائم ہیں اللہ کی آیتیں (قرآن) اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں نیک حالات ... اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں یہ بھی شائستہ لوگوں میں ہیں راہ راست پر چلنے والی

اور دین حق پر قائم رہنے والی جماعت کی تفسیر کے درجہ میں ہے کہ یہ وہ ہیں جو قرآن پڑھتے ایمان لائے ہیں جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اسکی تلاوت (اسطرح) کرتے رہے جس طرح تلاوت کا حق ہے ایسے لوگ اسپر (آپ کے دین حق پر جس کا اوپر بیان ہے) ایمان لے آتے ہیں ایسے لوگ آپکے دین حق پر ایمان لے آتے ہیں اور اہل کتاب میں سے بعض ایسا شخص ہے کہ اگر تم اسکے پاس انبار کا انبار بھی مال امانت رکھدو تو وہ اسکو تم کو لوٹا دے نظر ہٹالی جائے معالم التنزیل تفسیر میں یہ تعریف اللہ تعالی کے یہاں ان عملوں کے مقبول ہونیکی وجہ سے نہیں کیونکہ بدون ایمان کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا اس قاعدہ کلیہ پر کہ جہاں کسی عمل کی تعریف ہے وہ بروئے انصاف کہ اچھی بات اچھی ہی ہے جو بھی کرے اس عمل کی اچھائی بیان کرنیکے لئے ہے اسکے مقبول ہونے کی وجہ سے نہیں اور ان ایسی سب آیتوں کے یہی معنی ہیں جن میں ایسے کسی عمل کا ذکر ہے اور یہ وسوسہ باطل ہوگیا کہ بدون قرآن مجید کی پیروی کے ان کی تعریف ہے تو قرآن شریف کی پیروی ان پر واجب نہ ہوئی کیونکہ یہاں انکی تعریف ہے ہی نہیں مراد کمزور اور بیہودہ چند حدیثیں ابن جریر نے اپنی سند سے مجاہد رح سے روایت کیا ہے کہ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ اہل کتاب میں سے اسلام لے آنیوالی جماعت ہے اور سدی رح سے روایت کیا ہے وہ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ کو کہتے ہیں ایمان لے آنیوالی جماعت ہے مع ان آیتوں کے جو اسکے متصل ہیں قریب قریب اور ایک سے معنے والی ہونیکی وجہ سے ایک ہی آیت کے حکم میں ۔

رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ (مائدہ) (غیر مومنین میں) تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت[1] رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پادیں گے اور ان (غیر مومنین آدمیوں) میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب[2] تر (بنسبت اوروں کے) ان لوگوں کو پائیگا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں (قریب تر کا یہ مطلب ہے کہ دوست تو وہ بھی نہیں مگر دوسرے مذکورین سے غنیمت ہیں) یہ (دوستی سے قریبا تر ہونا اور عداوت میں کم ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان (نصاریٰ) میں بہت سے علم[4] دوست عالم ہیں اور بہت سے تارک[5] دنیا درویش ہیں (اور جب کسی قوم میں ایسے لوگ بکثرت ہوتے ہیں تو عوام[6] میں بھی حق کے ساتھ زیادہ عناد[7] نہیں رہتا اگرچہ خواص و عوام حق کو قبول بھی نہ کریں[8]) اور اس سبب سے ہے کہ یہ (نصاریٰ) لوگ متکبر نہیں ہیں (قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا سے جلدی متاثر ہو جاتے ہیں[10] اور نیز تواضع کا خاصہ ہے امر حق[11] کے سامنے نرم ہو جانا اسلئے انکو عداوت زیادہ نہیں پس وجہ[12] قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا اشارہ ہے علت[13] فاعلہ کی طرف اور عدم[14] استکبار قابلیت کیطرف بخلاف یہود[15] و مشرکین کے کہ محب دنیا اور متکبر ہیں اور گو یہود میں بھی بعض علما[16] حقانی تھے جو مسلمان ہو گئے تھے لیکن بوجہ انکی قلت[17] کے عوام میں اثر نہیں ہوتا تھا اسلئے ان میں عناد[18] ہے جو سبب ہو جاتا ہے شدت[19] عداوت کا اسلئے یہود تو مومن بہت ہی کم ہوئے اور مشرکین میں جب عناد[21] نکل گیا تب مومن ہونا شروع[22] ہوئے) ف آیت کی تقریر تفسیر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ تمام[23] ازمنہ و امکنہ کے نصاریٰ کے باب میں نہیں ہے اور اس پر بعض دلائل[24] اور بعض قرائن ہیں دلیل اول اس قرب[25] مودت کا سبب ایک یہ فرمایا کہ ان میں سے ایسے ایسے[26] اوصاف کے عالم اور درویش ہیں اور ہم اس سبب کو عام نہیں پاتے[27] دلیل دوم اس کا دوسرا سبب یہ فرمایا کہ ان میں تکبر[28] نہیں ہم اسکو بھی عام نہیں پاتے دلیل سوم یہاں قرب[29] مودت للمومنین کی خبر دی ہے خود اس کا وقوع[30] بھی (۱۳) عام نہیں پایا جاتا اور صدق[32] لوازم کلام الٰہی سے معلوم ہوا کہ نصاریٰ[33] ان اوصاف سے جو کہ سبب اور مسبب میں مذکور ہیں

[1] دشمنی [2] زیادہ قریب یعنی دوست تو نہیں ہیں دشمنی اور دوستی کے درمیان جو مختلف درجے ہیں تو ان کے تعلق کا درجہ دوستی کے قریب ہے جو ہے تو مخالفت کا ہی ایک درجہ مگر دوستی سے دور کا درجہ نہیں [3] بیان کئے ہوئے یہود اور مشرکین سے غنیمت ہیں کہ انکی مخالفت بہت سخت ہے اور انکی ذرا ہلکی [4] علم کو دوست رکھنے والے [5] دنیا کو چھوڑنے والے صوفی [6] عام لوگ [7] دلی سخت نفرت جو [8] خاص خاص اور عام لوگ یعنی علم اور درویشی کا اثر زیادہ ہوتا ہے تو گو لوگ حق بات قبول کر کر ایمان نہ لاویں مگر انمیں وہ سخت نفرت جو دوسروں میں ہوتی ہے نہیں ہوتی اور بہت سوں کو حق کے قبول کرنے اور ایمان لانیکی توفیق بھی ہو جاتی ہے [9] علماء اور درویشوں کا اثر جلد لیلیتے ہیں کیونکہ تکبر ہی اہل علم و اہل تصوف کی صحبت اور انکی بات ماننے سے روکتا ہے اگر تکبر نہ رہے یا کم ہو تو انکی صحبت بھی میسر ہوتی ہے انکی تعلیمات اور افعال کا بھی اثر ہوتا ہے [10] فروتنی اپنے کو حقیر اور کم سمجھنا تکبر نہ ہونا [11] حق بات [12] یعنی ان میں دونوں باتیں تھیں باہر کی اثر کرنیوالی تو اہل علم و اہل تصوف کی صحبت اور اندر سے اس اثر کو لینے والی تکبر نہ ہونیسے حق کے قبول کی قابلیت جب دونوں قسم کے اسباب تھے تو انکی طبیعتیں بہ نسبت دوسروں کے نرم ہو گئیں [13] اثر کرنیوالی بات [14] تکبر نہ کرنا یعنی قبول کرنیوالی بات ہے [15] دنیا سے محبت رکھنے والے اور اپنے کو بڑا سمجھنے والے [16] حق کی پیروی کرنیوالے اہل علم [17] کم ہونیکے [18] دلی سخت نفرت [19] سخت دشمنی یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ جب عیسائیوں میں علماء اور درویشوں کی صحبت کی وجہ سے نرمی اور کم دشمنی ہے تو علماء تو یہودیوں میں بھی ہوئے ہیں ان میں کیوں نرمی و کم دشمنی نہیں ہوئی اور اگر ہوئی ہے تو پھر عیسائیوں کی خصوصیت اسے کیوں قرار دیا گیا اسکا جواب دیا ہے کہ علماء تو یہودیوں میں بھی ہوئے ہیں مگر کم کم اور عام لوگوں پر اثر جب پڑتا ہے جب کثرت سے اہل علم ہوں کہ کثرت سے عام لوگ صحبت

رہیں کی کثرت سے اثر اثر پڑیگا کم کا اثر کم پڑیگا عام نہ ہوگا اسلئے یہودیوں میں بغض و عناد اور اسکے سبب سخت دشمنی رہی ہے لہٰذا انہیں سے بہت کم لوگ ایمان لائے ہیں [20] بہت کم لوگ مسلمان ہوئے [21] بغض و نفرت [22] یعنی یہ حکم عیسائیوں کا دوستی سے قریب ہونا سب زمانوں اور سب جگہوں کے عیسائیوں کے بارہ میں نہیں ہے [23] دلیلیں [24] قرینے [25] دوستی کے قریب کے ہونیکا [26] علم دوست ہونا تارک دنیا [27] یعنی ہر زمانہ اور ہر جگہ کے عیسائیوں میں یہ بات نہیں پاتے کہ انمیں علم دوست علما اور تارک دنیا درویش ہوں تو جب دوستی کے قریب ہونیکا یہ سبب تھا اور یہ ہر جگہ اور ہر زمانہ کے عیسائیوں میں نہیں ہے تو دوستی کے قریب ہونا بھی ہر جگہ کے اور ہر زمانہ کے عیسائیوں میں نہیں ہے [28] بڑائی [29] یعنی یہ بات بھی ہر جگہ کے اور ہر زمانہ کے عیسائیوں میں نہیں پائی جاتی لہٰذا دوستی سے قریب ہونا بھی ہر جگہ اور ہر زمانہ کے عیسائیوں میں نہیں ہوگا [30] مسلمانوں کی دوستی کے قریب ہونیکی [31] وجود بھی عام نہیں کہ ہر جگہ اور ہر زمانہ کے عیسائیوں میں یہ بات ہو کہ وہ مسلمانوں کی دوستی کے قریب ہوں [32] سچ ہونا حق تعالیٰ کے کلام کے لئے لازم ہے اور اگر آیت کو ہر جگہ کے اور ہر زمانہ کے عیسائیوں کے واسطے عام لیں تو سب میں دوستی کا قرب ہونا ضروری ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے کلام کا سچا ہونا ضروری ہے اور واقعہ ایسا نہیں ہے کہ ہر جگہ اور ہر زمانہ کے عیسائی دوستی کے قریب ہوں تو معلوم ہوا کہ عام مراد نہیں بلکہ خاصکر صرف وہی عیسائی مراد ہیں جن میں دوستی کے قریب ہونا اور اسکے اسباب علماء و درویشوں کا ہونا اور تکبر کا نہ ہونا سب اوصاف پائے جائیں اور یہ سب اوصاف حضور کے زمانہ کے نصاریٰ میں تھے۔ اسلئے آج کل کے عیسائیوں کو اس سے مراد لینا صحیح نہیں [33] نصرانی یعنی عیسائی جو ان صفتوں سے موصوف ہوں جو سبب[34] علماء

[35] و درویشوں کا ہونا اور تکبر کا نہ ہونا ،، اور مسبب ” دوستی کے قریب ہونے “ میں بیان ہیں :-

موصوف ہوں وہی مراد ہیں۔ پس بعض اہل تملق کا دنیوی غرض سے اس میں عموم مطلق کا دعوی کرنا محض ہوا پرستی ہے قرینہ اولی سبب نزول خاص ہے جیسا تمہید میں مذکور ہوا (یعنی اصل تفسیر میں) قرینہ ثانی قالوا ماضی کا صیغہ ہے پس جو لوگ انا نصاری کہنے والے بعد میں پائے جاویں وہ آیت میں مذکور د داخل نہیں بلکہ وہ مسکوت عنہ ہیں دوسرے دلائل سے انکا حکم ڈھونڈا جاویگا ان خیرا فخیر وان شرا فشر قرینہ ثالث لتجدن میں اصل یہی ہے کہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو پس دوسرے اعصار کو شامل نہیں اب ہمکو جواب میں اسکے قائل ہونیکی ضرورت نہیں رہی کہ آیت کو خاص نومسلم نصاریٰ کے ساتھ کہا جاوے گو بہت مفسرین اسکے قائل ہیں اور دو شاہد اسکی تائید بھی کرتے ہیں شاہد اول سبب نزول شاہد دوم واذا سمعوا کا یقیناً خاص اسلام لانے والوں کی شان میں ہونا

اور اس میں ضمیر کا ماقبل کی طرف راجع ہونا اور راجع اور مرجع کا متحد ہونا لیکن ظاہر اور قرائن سے اتنا خصوص بھی معلوم نہیں ہوتا اور صاحب روح المعانی نے بھی خصوص نہیں لیا قرینہ اولی ان کو مودت میں اقرب فرمایا ہے اور جو مسلمان ہو گئے تھے وہ تو قرب مودت سے متجاوز ہو کر خود مودت بلکہ شدت مودت کیساتھ موصوف ہو گئے تھے قرینہ دوم ان نومسلموں کی دوستی کی اصل علت ایمان ہے نہ کہ اخلاق ترک دنیا و حب علم و تواضع - پھر ترک دنیا کو عنوان رہبانیت سے تعبیر فرمایا جو کہ شریعت محمدیہ میں غیر محمود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم بقاء نصرانیت ہی کی حالت میں فرمایا گیا ہے پس آیت میں نہ مطلقاً عموم ہے اور نہ مطلقاً خصوص اور شان نزول عموم من وجہ کو مضر نہیں کیونکہ ایک جزو اسکا یعنی ذلک بان منہم الخ

(۱۴) سلہ خوشامدی لوگ:۔

سلہ خواہش پرستی ہے حق بات نہیں ہے سلہ شان نزول کہ عبداللہ بن سلام وغیرہ کے بارہ میں ہے جو حضور کے زمانہ میں تھے سلہ جنہوں نے کہا ہے سلہ کہ ہم نصرانی ہیں سلہ بیان اور داخل نہیں کیونکہ آیت میں زمانہ ماضی ہے یہ کہنے والے مراد ہیں اور یہ لوگ بعد کے ہیں سلہ ان سے آیت خاموش ہے ان کا حکم معلوم کرنے کیلئے دوسری آیت یا حدیث ڈھونڈی جائے سلہ اگر وہ کلم بہتر ہوگا تو بہتر غرض ہوگا تو شر سلہ آپ پاوین گے سلہ زمانوں کو یعنی آپ پاویں گے حضور کو فرمایا گیا ہے اور حضور انہیں کو پائینگے جو حضور کے عہد مبارک میں تھے لہذا یہ آیت انہیں عیسائیوں کے ساتھ خاص ہوئی جو حضور کے زمانہ مبارک میں تھے ہر جگہ اور ہر زمانہ کے عیسائیوں کو عام نہیں سلہ یعنی آیت کو ہر جگہ اور ہر زمانہ کے عیسائیوں کیلئے عام نہ ہونے میں اب جبکہ حضور کے زمانہ کے عیسائیوں کے ساتھ خاص ہونا ثابت ہو گیا ہم کو اسکے ماننے کی بھی ضرورت نہیں جسکو بعض مفسروں نے مانا ہے کہ یہ آیت نومسلم عیسائیوں کیساتھ خاص ہے اور ان مفسروں کے نومسلموں کیساتھ خاص ماننے پر دو شاہد بھی ہیں لیکن چند قرینے ایسے ہیں جو بتلاتے ہیں کہ جسطرح یہ آیت اتنی عام نہیں کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کے عیسائیوں کو عام ہو ایسے ہی اتنی خاص بھی نہیں کہ صرف نومسلموں کے ساتھ خاص ہو بلکہ عہد نبوی کے تمام عیسائیوں کو شامل ہے سلہ شان نزول کہ عبداللہ بن سلام وغیرہ نومسلم ہی تھے سلہ اور جب وہ سنتے ہیں اس کلام کو جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ انکی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا اور یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے سلہ سمعوا کی ضمیر جمع کا پہلے بیان ہوئے کیطرف لوٹنا اور وہ وہی نصاریٰ ہیں اور ضمیر اور مرجع کا ایک ہونا ثابت کرتا ہے کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے وہ بھی نصاریٰ تھے سلہ ضمیر اور اس کا مرجع جو اس سے مراد ہوتا

ہے سلہ ظاہر میں چند قرینوں کی وجہ سے جو آگے آتے ہیں آیت کا اتنا خاص ہونا کہ صرف نومسلموں کیلئے ہو یہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا تفسیر روح المعانی نے بھی نومسلموں کیساتھ خاص نہیں قرار دیا سلہ دوستی میں قریب تر سلہ دوستی میں قریب ہونے سے آگے بڑھکر دوستی بلکہ سخت دوستی سلہ وجہ یعنی آیت میں دوستی سے قریب ہونیکی وجہ علماء و درویشوں کی صحبت و محبت اور تواضع فرمائی گئی ہے اگر تم نصاریٰ سے نومسلم مراد لیلو گے تو وجہ چند مسلمانوں سے دوستی ہے اسکا سبب تو ایمان ہے نہ کہ یہ علم کی محبت اور ترک دنیا و تواضع وغیرہ عادتیں لہذا ان کو سبب بنا کر بیان فرمانا درست نہ رہیگا اگر نومسلم مراد لینا درست نہیں ہو سلہ اور گو یہ آفتاب کے سامنے چراغ ہے اول تو ایمان کے ہوتے یہ باتیں دوستی کا سبب نہیں کہی جاسکتیں دوسرے ہر نومسلم کو مسلمانوں سے دوستی حاصل ہو جاتی ہے ان عادتوں سے اسکو ایک بھی حاصل نہ ہو تو معلوم ہوا کہ نومسلم کے تعلق کا سبب ایمان ہے فقط چاہے مع اخلاق ہو یا بلا اخلاق سلہ یہ عادتیں ہوں سلہ دوسری بات یہ ہے کہ ترک دنیا کو زہد کے لفظ سے بیان نہیں فرمایا رہبانیت کے لفظ سے بیان فرمایا جسکے معنی ہیں لوگوں سے الگ ہو کر جنگل میں بیٹھکر عبادت کرنا اور شریعت محمدیہ میں یہ ناپسندیدہ ہے اگر نومسلم مراد ہوتے تو انکے ترک دنیا کو ایسے بیان فرمایا جاتا جو شریعت محمدیہ میں پسندیدہ ہے جیسے زہد جب رہبانیت سے بیان فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ ایسے دین والے ہیں جس دین میں رہبانیت پسندیدہ ہوتی ہے اور وہ نصرانیت ہے تو انسے وہی لوگ مراد ہونگے جو نصرانیت پر باقی ہوں اور نومسلم مراد نہیں ہونگے سلہ ناپسندیدہ سلہ عیسائیت کے باقی رہنے کی حالت سلہ بالکل عام ہونا کہ ہر جگہ اور ہر زمانہ کے عیسائیوں کو شامل ہو سلہ بالکل خاص کہ صرف عہد نبوی کے فقط نومسلموں کو شامل ہو بلکہ کچھ عام کہ عیسائی و نومسلم دونوں مراد ہیں اور کچھ خاص ہے کہ صرف عہد نبوی کے لوگ مراد ہیں سلہ رہا یہ اشکال کہ شان نزول سے تو نومسلم کے بارے میں ہونا معلوم ہوا تو جواب یہ ہے کہ شان نزول اس کچھ عام کچھ خاص صورت کے منافی نہیں کیونکہ یہ علم و تواضع و ترک دنیا عادات تو غیر مسلم عیسائیوں کے اعتبار سے بیان ہیں اور قرآن شریف سنکر آنسوؤں لانا اور ایمان کا اقرار کرنا نومسلموں کے اعتبار سے ہے اور آیت دونوں کو شامل ہی ہے

سلہ یہ اسوجہ سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارک دنیا درویش اور اس سبب سے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں:۔

باعتبار حالت نصرانیت کے ہوسکتا ہے اور دوسرا جزو یعنی وَ اِذَا سَمِعُوا الخ باعتبار حالت اسلام کے اور وَ اِذَا سَمِعُوا کی ضمیر ماقبل کیطرف باعتبار بعض کے راجع ہوسکتی ہے جیسا کہ کبیر میں ہے بس اس سے شبہات مذکورین کا جواب ہوگیا اور یہاں مفسرین نے دو فائدے لکھے ہیں فائدہ اول۔ اخلاق حمیدہ کسی قوم میں ہوں حمیدہ ہیں فائدہ دوم نصاریٰ کا کفر ذات و صفات میں ہے کہ تثلیث کے قائل ہیں اور اکثر یہود کا نبوت کے ساتھ صرف بعض نے البتہ عزیر علیہ السلام کو بھی ابن اللہ کہا تھا۔ اور پہلا کفر اشد ہے دوسرے کفر سے لیکن اخلاق کے تفاوت سے ثانی پر زیادہ ملامت کی گئی ہے یہاں سے فرق مبتدعہ اہل اسلام میں اس تفاوت کا حال سمجھنا چاہئے اور دو تنبیہ ہیں تنبیہ اول یہاں

کفر نصاریٰ کی مدح نہیں بلکہ انصاف ہے اور اخلاق کی فی نفسہا مدح تنبیہ دوم۔ اخلاق میں رہبانیت کی مدح باعتبار اسکی جمیع خصوصیات کے نہیں بلکہ صرف اسکے جزو یعنی ترک حب دنیا کے اعتبار سے ہے اور احقر نے جو آیت کی تقریر ربط میں (یعنی اصل تفسیر میں) لفظ عدل و انصاف اور اقرب کے ترجمہ میں لفظ نسبت ظاہر کردیا ہے اس سے دو امر رافع اشکال حاصل ہونگے امر اول مقصود آیت میں مدح نصاریٰ کی نہیں بلکہ تقریر میں انصاف ہے جیسا ابھی تنبیہ اول میں ذکر کیا گیا امر دوم مقصود آیت میں مودت کا قرب کامل نہیں بلکہ قرب اضافی ہے اور یہاں دو نکتے دو حقیقتوں کو مفید ہیں۔ نکتہ اول اَلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا کو ماضی لائے اس سے فائدہ ہے کہ تمام ازمنہ و امکنہ کے مشرکین پر یہ حکم (۱۵)

---

[1] عیسائی ہونیکی حالت کے اعتبار سے ہوسکتا ہے یعنی جب آیت عہد نبوی کے عیسائیوں کو شامل ہے چاہے وہ مسلمان ہوچکے ہوں چاہے نہ ہوئے ہوں تو اب یہ وجہ تو عیسائیوں کے اعتبار سے ہو جائیگی کہ انکو دوستی سے قرب اسوجہ سے ہے [2] اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ انکی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھیں گے اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا اور یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے آخر تک [3] اسلام کی حالت کے اعتبار سے یعنی یہ حالت نو مسلموں کی ہوگی اور آیت دونوں کو شامل تھی [4] اور یہ اشکال کہ اِذَا سَمِعُوْا کی ضمیر انہی مذکورہ نصرانیوں کیطرف لوٹتی تھی اور ضمیر و مرجع کا ایک ہونا ضروری ہے جو یہاں مراد ہوگا وہ وہاں مراد ہوگا یہاں تو مسلم مراد ہیں کہ یہ حالت انہی کی ہے لہٰذا وہاں بھی نو مسلم مراد ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ جیسے کہ تفسیر کبیر میں ہے یہ ضمیر نصرانیوں میں سے بعض یعنی صرف نو مسلموں کے اعتبار سے لوٹ سکتی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے [5] امام رازی کی تفسیر کبیر [6] بیان کئے ہوئے دونوں شاہدوں کا۔ [7] تعریف کے قابل عادتیں تعریف کے قابل ہی ہیں چاہے کسی قوم میں ہوں [8] اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفتوں میں ہے [9] تین خداؤں کے قائل ہیں [10] بہت سے [11] اللہ کا بیٹا [12] زیادہ سخت ہے کیونکہ حق تعالےٰ کی ذات و صفات کا انکار ہے اور دوسرے میں حق تعالیٰ کا انکار نہیں نبوت

کا انکار ہے [13] عادتوں کے فرق سے کہ نصرانیوں میں علم ترک دنیا تواضع ہے اور یہودیوں میں نہیں [14] دوسرے پر یعنی یہودیوں کے کفر پر زیادہ ملامت کی گئی ہے ان کو اسلام سے بہت دور اور دشمن فرمایا ہے [15] اہل اسلام میں کے بدعت میں مبتلا ہونیوالے فرقوں میں اس فرق کا حال سمجھ لینا چاہئے کہ جب شرعی عادتوں کا ترک اتنا خطرناک ہے کہ اسکی وجہ سے سخت ترین کفر سے ملامت میں جو نسبتاً کم کفر ہے بڑھ جاتا ہے تو جو غیر شرعی باتوں میں مبتلا ہیں اور انہی کو شرعی قرار دیتے ہیں اور شرعی باتوں سے بچے ہوئے ہیں وہ کسقدر خطرناک مقام میں ہیں اس سے انکی ہر بھلائی برائی بنجائے گی جیسے کفر خفیف کی خفت انکی وجہ سے سختی اور شدت ملامت بنگئی [16] یعنی یہاں انصاف ہے کہ اچھی عادت کی تعریف بذات خود اچھی عادت کی تعریف ہے چاہے وہ مسلمان میں ہو یا کافر میں تو مقصود اس عادت کی تعریف ہے کافر کے کفر کی نہیں [17] لوگوں سے اور آبادیوں سے دور رہکر جنگل میں عبادت گذاری کی تعریف لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے برطرف ہو لو لوگوں کی اذیت پر صبر نہ کرسکنے وغیرہ باتوں پر تعریف نہیں صرف ایک جزو یعنی ترک دنیا کے اعتبار سے ہے۔ [18] دنیا کی محبت چھوڑنا [19] ربط میں علو تونکی تعریف انصاف ہے یعنی یہ کہ مسلمانوں سے دوستی میں قریب واقعی حورے نہیں دوسروں کی نسبت سے ہیں [20] شبہ اٹھا دینے والے [21] عیسائیوں کی تعریف [22] کہ اچھی عادت اچھی ہے چاہے کافر میں ہو گو کافر نامقبول ہے [23] دوستی کے پورے اور واقعی قریب ہونیکا کہا گیا نہیں [24] نسبتی دوسروں کی بہ نسبت [25] وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا [26] تمام زمانوں اور تمام جگہوں کے مشرکوں پر یہ حکم کہ وہ [27]

---

[28] مسلمانوں سے دوستی کے قریب نہیں ہیں جاری ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہاں ماضی کے صیغہ سے فرمایا ہے تو اسمیں گذشتہ زمانہ کے مشرک آئیں گے آئندہ زمانہ کے نہیں لہٰذا آیت سے گذشتہ زمانہ کے مشرکوں کا یہ حکم معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں کی دوستی کے قریب نہیں تھے آئندہ کے مشرک کیسے ہیں اسکا بیان نہیں ہے۔

جاری ہونا ضروری نہیں۔ نکتہ دوم اَلَّذِیْنَ[1] قَالُوْٓا[2] کو ماضی لانے قرینہ ثانیہ میں اسکا بھی یہی فائدہ گذر چکا پس اگر کسی جگہ پرانے طرز کے ہندو بہ نسبت متعصب عیسائیوں کے مسلمانوں سے زیادہ الفت رکھنے والے پائے جاویں تو قرآن اسکی نفی نہیں[3] کرتا اور یہود اول تو ابتک الفت کرنے والے سنے نہیں گئے لیکن اگر کہیں پائے جاویں تو الیہود میں الف لام عہد[4] کا ہوسکتا ہے چنانچہ ترجمہ میں لفظ "ان" اسطرف مشیر[5] ہے اور یا[6] یوں کہا جاسکتا ہے کہ کسی قوم پر کوئی حکم باعتبار اکثر کے ہوتا ہے معدود[7] چند کا اس حکم سے خارج ہونا موجب[8] تخلف نہیں اور دو تحقیقیں قرب[9] مودت کے متعلق اور ہیں تحقیق اول۔ یہ حکم مذکور قرب[10] مودت کا نصاری کے حق میں ہے اور جو قوم واقع میں

(۱۶) نصاری نہ ہو گو عام لوگ بعض اوضاع[11] و مشابہت[12] کی وجہ سے ان کو نصاری کہتے ہیں۔ آیت میں ان کے لئے یہ حکم مذکور نہیں تحقیق دوم یہاں[13] نصاری کیلئے مسلمانوں سے قرب مودت کی خبر دی ہے یہ نہیں کہ مسلمانوں کے لئے نصاری سے مودت کی اجازت دی ہو وَقد تمّ[14] ههنا بحمد الله تعالیٰ تفسیر هذه الاٰیة مع فوائد متعلق بها تبلغ عشرین باجمع تقریر واصنعه واحسن بیان واتقن تبیین وسمیته بتحبیر المودة فی تفسیر اٰیة المودة۔ ربط۔ اوپر نصاری کی ایک[15] خاص صفات کی جماعت کا ذکر تھا آگے ان کا ذکر ہے جو ان میں سے مسلمان ہو گئے تھے مدح نو مسلمان نصاری وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ الیٰ قوله اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ[16] اور بعض ان میں جو کہ آخر میں مسلمان ہو گئے تھے ایسے ہیں کہ جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا گیا ہے (یعنی قرآن) تو آپ انکی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے (دین) حق (یعنی اسلام) کو پہچان لیا (مطلب یہ کہ حق کو سنکر متاثر[17] ہوتے ہیں اور) یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہمکو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے (یعنی انمیں شمار کر لیجئے) جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے حق ہونیکی) تصدیق[18] کرتے ہیں اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر (حسب[19] تعلیم شریعت محمدیہ) اور جو (دین) حق ہمکو اب پہونچا ہے اسپر ایمان نہ لاویں

---

[1] وہ لوگ جنہوں نے کہا اپنے کو نصاری [2] کہ زمانہ گذشتہ کے نصرانی مرادہیں ہر جگہ اور ہر زمانہ کے نہیں [3] کیونکہ آئندہ کے مشرکوں کا بیان نہیں ہے صرف گذشتہ کا ہے [4] وہ جو کسی خاص کو بتاتا ہے تو الیہود سے مراد ہونگے خاص یہود یعنی عہد نبوی کے یہود لہٰذا یہ حکم دوستی کے قریب نہ ہونا عہد نبوی کے یہود کے واسطے ہوگا اور دوسرے زمانوں اور نہ دوسری جگہوں کے یہود کا آیت میں بیان نہ ہوگا اب اگر کہیں کوئی یہودی الفت والا ملیگا تو آیت کے خلاف نہیں [5] اشارہ کرنیوالا [6] دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اکثری ہے دو ایک کا ایسا نہ ہونا اسکے خلاف نہیں کیونکہ جب کسی قوم پر کوئی حکم لگایا جاتا ہے تو وہ اکثر لوگوں کے اعتبار سے ہی لگایا جاتا ہے [7] گنے ہوئے یعنی گنے چنے دو ایک [8] قاعدہ کلیہ کا جزئیات پر صادق نہ آنا اس قاعدہ کے عام ہونے کے خلاف نہیں [9] نصرانیوں کے مسلمانوں کی دوستی کے قریب ہونے کے متعلق [10] یعنی یہ حکم تو نصرانیوں کیلئے ہے اور جو لوگ واقع میں تو نصرانی نہیں دہریئے ملحد زندیق مشرک ہیں صورت شکل وضع قطع میں نصرانی جیسے ہونیکی وجہ سے لوگ ان کو نصرانی کہتے ہوں جیسے آج کل کے بہت سے انگریز تو یہ آیت کا حکم ان کے واسطے نہیں ان کو مسلمانوں کی دوستی کے قریب ہونا ضروری نہیں چاہے ہوں یا نہ ہوں [11] وضع قطع [12] صورت و شباہت [13] یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب نصرانیوں کو مسلمانوں کی دوستی سے قریب ہے تو مسلمانوں کو ان سے دوستی و محبت جائز ہوئی حالانکہ قرآن شریف میں کفار کی دوستی و محبت ناجائز فرمائی گئی ہے جواب یہ ہے کہ یہاں تو انکی یہ حالت بیان ہے کہ ان کی دشمنی بہ نسبت دوسروں کے کم اور دوستی کے قریب یعنی ہلکے درجہ کی ہے ان کی بھی محبت کا بیان نہیں چہ جائیکہ خود مسلمانوں کو ان سے محبت کرنے کا بیان ہوتا [14] الحمد للہ یہاں اس آیت کی تفسیر مع فوائد متعلقہ جن کا عدد بیس تک پہونچتا ہے جامع مانع تقریر عمدہ و مستحکم بیان کے ساتھ پوری ہوگئی اور میں نے اس کا نام یہ رکھدیا ہے [15] محبت علم و ترک دنیا و تواضع والی جماعت [16] اس لفظ تک [17] اثر قبول کرنے والے۔

[18] سچا بتاتے ہیں [19] جس جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے سکھایا ہے اسطرح ایمان نہ لائیں۔

اور (پھر) اس بات کی امید (بھی) رکھیں کہ ہمارا رب ہمکو نیک (مقبول) لوگوں کی معیت میں داخل کر دیگا (بلکہ یہ امید موقوف اسلام پر ہے اس لئے مسلمان ہونا ضروری ہے) سو ان (لوگوں) کو اللہ تعالیٰ ان کے (اس) قول (و اعتقاد) کی پاداش میں ایسے باغ (بہشت کے) دیں گے جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہونگی اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور نیکو کاروں کی یہی پاداش ہے اور برخلاف ان کے جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات (و احکام) کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہیں۔ توضیح ابتھی شاید اس سے کوئی تمسک کرتا کہ اگر نصاریٰ حق پر نہ ہوتے تو وَاِذَا سَمِعُوْا میں ان کی مدح کیوں کیجاتی معلوم ہوا کہ حق اسلام میں منحصر نہیں، تفسیر مذکور سے اس کا جواب صاف ہوگیا کہ یہ مطلق نصاریٰ کے باب میں نہیں بلکہ ان میں سے جو مسلمان ہوگئے تھے چنانچہ خود قرآن مجید کے الفاظ بتلا رہے ہیں اور اس کے قبل جو مدرکات و اخلاق کا ذکر ہے وہ انصاف ہے حکم نجات نہیں اور اخیر کی آیت میں جو تصریح ہے کہ جو کافر اور مکذب ہو گو نصرانی ہی ہو کما ھو مدلول العموم وہ دوزخی ہے اور کافر اور مکذب کا خلود فی النار دوسری آیت میں مصرح ہے تو ایسے نصرانی کا غیر ناجی ہونا ثابت ہوگیا۔ بعض الاخبار۔ روی ابن جریر عن ابن جریج قال قال عطاء فی قولہ ولتجدن اقربھم مودۃ الایۃ ھم ناس من الحبشۃ آمنوا اذ جاءتھم مھاجرۃ المومنین وعن قتادۃ قولہ ولتجدن الایۃ اناس من اھل الکتاب کانوا علی شریعۃ من الحق مما جاء بہ عیسیٰ یومنون وینتھون الیہ فلما بعث اللہ نبیہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم صدقوہ وآمنوا بہ الخ وفی اللباب آثار کثیرۃ تتفق فی ھذا المعنی

الایۃ السادسۃ عشر۔ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ (سورۃ حج)

اور اوپر جو قربانی کے حرم میں ذبح کرنیکا حکم ہے اس سے کوئی یوں نہ سمجھے کہ مقصود اصلی تعظیم حرم کی ہے بلکہ اصل مقصود اللہ ہی کی تعظیم اور اس کے ساتھ تقرب ہے اور مذبوح اور مذبح اس کا ایک آلہ اور ذریعہ ہے اور تخصیص بعض حکمتوں کی وجہ سے ہے اگر یہ تخصیصات مقصود اصلی ہوتیں تو کسی شریعت میں نہ بدلتیں مگر اس کا بدلتا رہنا ظاہر ہے البتہ تقرب الی اللہ جو اصل مقصود تھا وہ سب شرائع میں محفوظ رہا چنانچہ ہم نے جتنے اہل شرائع گذرے ہیں ان میں سے ہر امت کیلئے قربانی کرنا اس غرض (۹) سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس

---

۱ ساتھ رہنے میں ۲ مع عقیدے رکھنے کے ۳ جزا ۴ نیک کام کرنیوالوں کی بھی جزا ہے ۵ دلیل لینا ۶ اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں آخر تک ۷ نصرانیوں کی تعریف کیوں ہوئی کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں وہ حق کو پہچان گئے اور دعائیں کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ ۸ ہر قسم کے نصرانی غیر مسلم و نو مسلم سب کے بارہ میں نہیں بلکہ صرف نو مسلم لوگوں کے بارہ میں ہے ۹ کیونکہ قرآن شریف سنکر وہ کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور کہا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو حق ہم کو اب پہونچا ہے اس پر ایمان نہ لادیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ ان کا بیان ہے جو اسلام لے آئے ۱۰ اس سے پہلے ۱۱ دل میں پیوست شدہ کیفیتوں اور عادتوں کا بیان ہے یعنی علم کی محبت ترک دنیا تواضع ۱۲ اوصاف بطور انصاف کے بیان کردیا ہے یہ بات ان میں اچھی ہے اور انصاف بھی ہے کہ اچھی بات کو اچھا کہا جائے چاہے وہ برے کے اندر ہی ہو ان عادتوں پر نجات کا حکم نہیں کیونکہ نجات تو ان عادتوں کے مقبول ہونے سے ہو سکتی ہے اور کفر ہر عمل کو باطل کر دیتا ہے اس لئے آثار و ثمرات آخرت کے حق میں یہ عادتیں بالکل باطل ہیں سبب نجات کیسے ہو سکتی ہیں ۱۳ صاف بیان ہے کہ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا جو کافر رہے اور انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخ والے ہیں ۱۴ آیات و احکام کو جھوٹا کہتے رہنے والا نصرانی ہو یا کوئی اور ہو ۱۵ جیسے کہ نصرانی و غیر نصرانی ہونے پر آیت کا عام ہونا دلالت کرتا ہے ۱۶ جھٹلانے والا آیات و احکام کا ۱۷ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ۱۸ صاف ۱۹ چند حدیثیں ۲۰ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ کے ارشاد ولتجدن اقربھم مودۃ تا آخر آیت میں فرماتے تھے کہ یہ حبشہ کے چند لوگ تھے جب مسلمان ہجرت کر کے انکے پاس آئے اسوقت ایمان لے آئے تھے ۲۱ قتادہ رح سے روایت ہے کہ ولتجدن تا آخر آیہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت حقہ پر تھے اس پر ایمان رکھتے اور اسی کی طرف ہر بات میں رجوع کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آئے ۲۲ در لباب النقول میں صحابہ کے بہت اقوال ہیں جو سب اس مضمون میں متفق ہیں ۲۳ نزدیکی حاصل کرنا ۲۴ ذبح کئے ہوئے جانور اور ذبح کی جگہ تو اس نزدیکی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں ۲۵ اور جگہ اور جانور کی خصوصیت ۲۶ یہ خصوصیتیں جانور اور جگہ وغیرہ وغیرہ کی ۲۷ اس سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرنا ۲۸ شریعتوں میں باقی رہا بدل سدل نہیں ہوا اور جو جانیں اصل مقصود تھیں ذریعہ کے طور پر تھیں وہ بدلتی رہیں ۲۹ خاص خاص۔ جو جس شریعت میں قربانی کئے جاتے تھے۔

نے انکو عطا فرمایا تھا (پس اصل مقصود یہ نام لینا تھا سو اس سے یہ بات نکل آئی کہ تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی خدا ہے جسکے ساتھ اسکا ذکر کے سکو تقرب کا حکم ہوتا رہا) تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو - (یعنی موحد خالص رہو کسی مکان وغیرہ کو معظم بالذات سمجھنے سے ذرہ برابر شرک کا شائبہ اپنے عمل میں نہ ہونے دو) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ ہماری اس تعلیم پر عمل کریں آپ ایسے احکام الہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے (بیان القرآن ص۲۷ و ۲۳ ج ۷) توضیح شاید کوئی شخص منسک کے معنے مطابق عبادت کے لیکر اپنے دعوی باطل پر استدلال کرنا اس کا جواب تو ترجمہ ہی سے ہو گیا دوسرے ان مناسک کا بقاء مشروعیت تو اس سے لازم نہیں آتا جبکہ ان کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا - ایک ایسی ہی آیت اس کے کچھ بعد ہے جو مستقیم پر ختم ہوتی ہے وہاں بھی یہی کلام ہے -

الآیۃ السابعہ عشر - أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ (۱۰)

يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (سورۂ حج) اس میں مقام پر اس آیت کا ایک خاص جزو مقصود بالذکر ہے یعنی ولولا دفع اللہ الی قولہ تعالی یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا - اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالی ہمیشہ سے لوگوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ سے زور گھٹواتا رہتا : (یعنی اہل حق کو اہل باطل پر وقتاً فوقتاً غالب نہ کرتا رہتا) تو اپنے اپنے زمانوں میں نصاری کے خلوت خانے اور عبادت خانے (یہود کے) عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جنمیں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم اور منعدم ہو گئے ہوتے ف - اور لھدمت صوامع الخ سے کوئی شبہ نہ کرے کہ یہ سب متعبدات اب بھی حق تعالی کے نزدیک مقبول ہیں اصل یہ ہے کہ اپنے اپنے زمانہ مشروعیت و مقصودیت میں ان کی مطلوبیت مقصود ہے جیسا ترجمہ سے ظاہر ہے بیان القرآن توضیح شبہ اور حل دونوں تفسیر کے ذیل میں مذکور ہیں - تائید کے لئے منیسا پوری کا قول منقول ہے ولولا دفع اللہ الآیۃ لھدم فی شرح کل نبی المکان المعبود لھم فھدم فی زمن موسی

جس شریعت میں قربانی کے جاتے تھے سو جب ہر شریعت میں اصل مقصود اللہ کا نام لینا تھا اور باقیں مقصود نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہی ذات معبود ہے جس کا نام لینا مقصود تھا جس کا نام لے کے اسکی نزدیکی حاصل کرنیکا سب کو حکم ہوتا رہا بالکل خالص توحید والے بذات خود قابل تعظیم کوئی اور شے ولکل امۃ جعلنا منسکا میں یہ معنے کرکے کہ ہمنے ہر امت کیلئے ایک عبادت مقرر کی ہے تاکہ وہ ان خاص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے ہیں دلیل قائم کرتا کہ جب اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم نے ہر امت کیلئے ایک عبادت مقرر کی ہے تو معلوم ہوا کہ ہر مذہب کی عبادتیں اور شریعت الگ الگ مستقل مقرر ہے منسوخ نہیں ہے تو یہود و نصاری کی شریعتیں منسوخ نہیں اب بھی ان کیواسطے واجب العمل باقی ہیں کہ منسک کے معنی قربانی کے ہیں اس لفظ سے ہر عبادت یا شریعت مراد ہے اس کے مستقل اور غیر منسوخ ہونے پر دلیل لینا صحیح عبادتوں کا یعنی دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ منسک کے معنے مطلق عبادت کے ہیں اور یہی مطلب ہے کہ ہر امت کی عبادت الگ مقرر فرمائی ہے تو اس سے یہی تو ثابت ہوگا کہ عبادت الگ الگ مقرر کیگئی تھی لیکن اس کا اب تک برابر باقی رہنا اور منسوخ ہونا تو اس سے ثابت نہیں ہوتا الگ الگ مقرر ہونے سے باقی رہنا اور منسوخ نہ ہونا لازم نہیں آتا خصوصاً جبکہ مضبوط دلیلوں سے ان کا منسوخ ہو جانا بھی ہو گیا ہو تو اب ان پر عمل کرنا جائز ثابت نہیں ہوتا ان عبادتوں کا شرعی باقی رہنا وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے اللہ تعالی کے احکام میں سے کچھ پڑھا شیطان نے اس کے پڑھنے میں کافروں کے دل میں شبہ اور اعتراض ڈالا اور وہ ان اعتراضات کو لیکر انبیاء سے بحثیں کرنے لگے) پھر اللہ تعالی شیطان کے ڈالے ہوئے شبہوں کو یقینی دلیلوں اور جوابات سے نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالی اپنی آیات (کے مضامین) کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے (کہ جوابات سے مضبوطی ظاہر ہوتی ہے) اور اللہ تعالی خوب علم والا ہے خوب حکمت والا ہے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

[illegible] میں یہی قربانی کا حکم تھا اس سے یہاں یہی مراد ہے اور پھر جانوروں سے قربانی کا تعلق ہے یعنی منسک سے قربانی

علیہ السلام الکنائس وفی زمن عیسی الصوامع والبیع وفی زمن محمد صلی اللہ علیہ وسلم المساجد وعلی ہذا الوجہ انما ذم منہم حین کانوا علی الحق قبل التحریف والنسخ۔ الآیہ الثامنہ عشر والتاسعۃ عشر شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (شوری) قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (سورہ آل عمران) دوسری آیت گو ترتیب قرانی میں مقدم ہے مگر تناسب کے سبب پہلی آیت کے ساتھ ذہن میں آئی اس لئے اسکی ساتھ نقل کیگئی تفسیر آیت اولی - اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جسکا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسی اور عیسی علیہم السلام کو مع ان سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا اور انکی امم کو کیا کہا تھا) کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا مراد اس دین سے اصل دین ہیں جو

(پیچھے کا صفحہ باقی حاشیہ)

مشترک ہیں تمام شرایع میں مثل توحید و رسالت و بعث و نحوہ اور قائم رکھنا یہ کہ اس کو تبدیل مت کرنا اس کو ترک مت کرنا اور تفرق یہ کہ کسی بات پر ایمان لا دیں یا کوئی ایمان لاوے اور کوئی ایمان نہ لاوے بیان القرآن ۱۰۷ تفسیر آیت ثانیہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آوا ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے (وہ) یہ (ہے) کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر (اس کے بعد بھی) وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں تو تم (مسلمان) لوگ کہدو کہ تم (ہمارے) اس (اقرار) کے گواہ رہو کہ ہم تو (اس بات کے) ماننے والے ہیں اگر تم نہ مانو تم جانو اس مضمون کو مسلم اسلئے کہا گیا کہ سب شرائع میں اسکی تعلیم ہوئی ہے اور اجمالاً اور کلیاً اہل کتاب بعض اس کو مانتے ہیں کہ توحید فرض ہے اور شرک کفر ہے اور کسی مخلوق کو رب قرار دینا شرک ہے لیکن باوجود اس کے وہ لوگ شرک میں اس لئے مبتلا تھے کہ وہ اس کو شرک اور خلاف توحید نہ سمجھتے تھے پس اس تقریر میں لطف

تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش بنادے جن کے دل میں (شک کا) مرض ہے اور جن کے دل (بالکل ہی) سخت ہیں (کہ شک سے آگے باطل کا یقین کئے ہوئے ہیں ان سب کی یہ آزمائش ہوتی ہے کہ دیکھیں جوابات کے بعد بھی شبہات کا اتباع کرتے ہیں یا حق کو قبول کرتے ہیں) اور واقعی یہ ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں (کہ حق ظاہر ہونے پر بھی قبول نہیں کرتے اور یہ وسوسے تو آزمائش کیلئے تھے) اور ان کا مطلب ہے باطل کرنا اس لئے کہ جن لوگوں کو فہم عطا ہوا ہے وہ (جو اہل ہیں) اس امر کا زیادہ یقین کر لیں کہ یہ (جو نبی نے پڑھا ہے) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تو ایمان پر زیادہ قائم ہو جائیں پھر اس (پر عمل) کی طرف ان کے دل اور بھی جھک جاویں اور واقعی ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہ راست دکھلاتا ہے ۳۳ یعنی یہی قصیدہ یہی جواب جیسا اسطرح کہ ہر نبی کے مومن امتیوں کو ایمان اور راہ راست پر فرمایا ہے تو معلوم ہو کہ سب شریعتیں حق ہیں اور جواب یہ کہ ان کا اسوقت مومن اور راہ راست پر ہونا تو ثابت ہوا مگر اس راہ کا منسوخ نہ ہونا ثابت نہیں اور منسوخ ہونے پر دلیلیں قائم ہیں ۳۴ لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دیدی گئی جن سے (کفار کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اسوجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے (اور مسلمانوں کی قلت اور کفار کی کثرت پر نظر نہ کرنی چاہئے کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (جو بیچارے) اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اس بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے (آگے کا ترجمہ اندر آرہا ہے وہیں دیکھ لیا جائے) ۳۵ بیان میں مقصود ہے ۳۶ ان لفظوں تک ۳۷ کسی نہ کسی وقت ۳۸ گر جانے والی ۳۹ نیست و نابود ہونے والی ۴۰ منہدم ہو جانے گر جانے

۴۱ عبادت خانے شبہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک سے دوسرے کا زور نہ گھٹواتے رہتے تو نصاری و یہود کے عبادت خانے برباد ہو جاتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان عبادت خانوں کو بربادی سے بچانا اور ان کا باقی رکھنا منظور رہے اسیواسطے ایک سے دوسرے کا زور گھٹواتے ہیں کہ کوئی برباد نہ کر سکے اور ان کا باقی رکھنا اسیوقت منظور ہوگا جبکہ وہ مقبول ہوں تو معلوم ہوا یہ عبادت خانے اب بھی مقبول ہیں اور عبادت خانے جب مقبول ہوں گے کہ جب وہ عبادتیں مقبول ہوں اور وہ عبادتیں جب مقبول ہونگی جبکہ ان کا حکم باقی ہو اور وہ منسوخ نہ ہوئی ہوں تو آیت سے بربادی سے حفاظت اور بقا کی منظوری اور اس منظوری سے ان کا قبول ہونا اور ان عبادت خانوں کے قبول ہونے سے عبادتوں کا مقبول اور نا منسوخ ہونا اور پھر نصرانی و یہودی دینوں کا باقی اور غیر منسوخ ہونا معلوم ہوا ۴۲ جواب یہ ہے کہ جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ اپنے اپنے مذہبوں کے مقصود اور شرعی اندا

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

صفحہ مضمون

یہ ہوا کہ ان کو کلیات مسلمہ یاد دلانے کے بعد جزئیات مختلف فیہا کا
ان کا کلیات میں داخل ہونیکا اثبات سہل رہ گیا **توضیح** شاید کسی
کو ایسی آیتوں سے خبط ہو کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شرائع اصول میں
متحد ہیں اور وہی اصل مقصود ہیں پس فروع میں اختلاف کچھ مضر نہیں
اہل باطل نے اصول و فروع کے اسی تفاوت کو مختلف عنوانوں سے ذکر
کیا ہے لیکن ان آیتوں میں اس مقصود کا کہیں بھی پتہ نہیں مقصود تو
مخاطبین سے محاجہ ہے کہ تم ایسے اصول کے بھی خلاف کر رہے ہو جو اشتراک
شرائع کے سبب واجب التسلیم ہیں (جو آیت اولیٰ کا حاصل ہے)
یا جو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہیں (جو حاصل ہے دوسری آیت کا) اور اس
سے یہ لازم نہیں آتا کہ فروع اپنے درجہ میں بھی مقصود نہیں یا شریعت مؤخرہ
سے شریعت سابقہ کی فروع منسوخ نہیں ہو سکتی۔ البتہ مقصودیت کے
درجات ہیں۔ نفس نجات کے لئے تو تصدیق و تسلیم کا درجہ اور نجات
اولیہ کے لئے مع انضمام عمل۔ پھر اصول کے ذکر کرنیکا نکتہ تسہیل ہے فروع
کیطرف لانے میں جیسا دوسری آیت کی تفسیر میں اس طرف اشارہ بھی
ہے۔ قولہ اس تقریر میں لطف یہ ہوا الخ پس جیسا فروع میں مقصودیت
بھی ہے اور ان میں نسخ بھی ہوتا ہے پھر آیتوں کو اس مدعائے باطل سے
(۱۴)

کیا تعلق ہوا **لبعض الاخبار**۔ روی ابن جریر عن الربیع قال ذکر لنا
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا الیھود الی کلمۃ السواء وعن
السدی قال ثم دعاھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی الوفد من
نصاری نجران الایۃ العشرون۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ
الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ
شَرُّ الْبَرِیَّۃِ (سورۃ بینہ) بیشک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے
کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے
(اور) یہ لوگ بدترین خلائق ہیں بیان القرآن جلد ۱۲ پ ۳۰ **توضیح**۔ ان اہل
باطل میں بعض کے ساتھ میری گفتگو ہوئی وہ عام مذاہب والوں کو ناجی
نہ کہتے تھے لیکن اہل کتاب کو ناجی کہتے تھے۔ اس آیت میں تصریح ہے ان
کے بھی غیر ناجی ہونے کی **غرض مؤلف**۔ میں خطبہ میں تصریح کر چکا
ہوں کہ آیات کا استیعاب مقصود نہیں صرف ایک معتدبہ حصہ جمع کرنا مقصود
ہے و بحمد اللہ یہ مقصود حاصل ہو گیا اس لئے اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں اور
اس کے نافع و مقبول ہونیکی دعا کرتا ہوں: قد فرغت منھا بفضل اللہ
الکبیر المتعال، فی مدۃ ثلاث لیال: من آخر شوال ۱۳۵۸ھ من ہجرۃ
سید الرسل والمکمل لاھل الکمال صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ خیر
اصحاب وآل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱)
ہونے کے زمانوں میں ان عبادت خانوں کا پسندیدہ اور حفاظت سے رکھنا مقصود ہے کہ یہودی مذہب جس وقت شرعی مذہب تھا اس وقت اس کے عبادت خانوں
کو اور نصرانی مذہب جس وقت تک شرعی مذہب تھا اس وقت تک اس کے عبادتخانوں کو ایک سے دوسرے کا زور گھٹا گھٹا کر محفوظ رکھوایا ہے اور ہر عبادت
خانہ اور عبادت اور مذہب اپنے شرعی ہونے کے زمانہ میں مقبول تھا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بعد میں بھی مقبول ہے اپنے اپنے مذہب
کے شرعی اور مقصود ہونے کے زمانہ میں مطلوب و پسندیدہ ہونا جن دونوں کی توضیح ہو چکی قوت دینے کے لئے تفسیر نیشاپوری کا
قول جنہوں نے امام رازی کی تفسیر کبیر کا خلاصہ کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک دوسرے سے زور گھٹوانا نہ ہوتا تو ہر نبی کی شریعت میں ان کے
خاص مقامات عبادت منہدم کر دیے جاتے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کنیسے (یہودی عبادتخانے) اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں عیسائیوں
کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجدیں گرا دیے جاتے اور اسطرح ان سے اس وقت مدافعت فرمائی ہے
جب وہ حق پر تھے تحریف اور منسوخ ہونے سے پہلے۔ پہلے ایک دوسرے کے مناسب ہونے کے سبب پیروکاروں امتوں کو جدائی یعنی بعض
احکام کو بعض سے جدا نہ کرنا اصل عقیدے ہوا ہیں برابر شریک ہیں شریعتوں میں دوبارہ زندگی قیامت میں اور ان جیسے عقیدے مدنا
جدائی مانی ہوئی بات اور سوا
روگردانی منہ پھیرنا مانی ہوئی بات شریعتوں مجمل طریقے سے اور قاعدہ کلیہ کے طریقہ سے پیدا کئے ہوئے خواہ پتھر ہوں یا جن یا فرشتے یا انبیاء اور آدمی یعنی قاعدہ کلیہ کے
طور پر اس یقین کے باوجود کہ توحید فرض اور شرک کفر ہے توحید کے مخالف۔ حاشیہ ص ۳۲ کلی قاعدے ان قاعدوں کی وجہ جزئی مثالیں جن میں ان کو اہل حق
سے اختلاف تھا کہ اہل حق کے نزدیک اور واقع میں تو وہ توحید کے خلاف اور شرک تھیں مگر یہ لوگ ان کو توحید کے خلاف اور شرک نہ سمجھتے تھے اب کلی قاعدے کے بعد ان کے ان کلی
قاعدوں میں داخل ہونے کو ثابت کرنا سہل ہو گیا کہ جب کلی قاعدہ سامنے آ گیا تو جو بات اس کے اندر آ جائیگی وہ شرک اور خلاف توحید ہو جائیگی۔ بس ذرا سی توجہ کرنے کی ضرورت
ہوگی یعنی یہ شبہ کہ ان سے اور ان جیسی دوسری آیتوں سے یہ معلوم ہو کہ یہ سب شریعتیں اصول و عقائد میں ایک ہیں عمل کے احکام میں الگ الگ اور مقصود تو عقیدے ہیں
اعمال میں الگ ہونے کا زیادہ حرج نہیں چاہے کوئی سی شریعت کے اعمال اختیار کرے جب مقصود یعنی عقیدے ایک ہوئے تو سب شریعتیں ایک ہی ہوئیں لہٰذا سب دین حق اور باقی
ہوئے۔ کوئی منسوخ نہیں جس پر چاہے کوئی عمل کرے سب نجات کا سبب ہوں گے شریعتیں اصول و عقائد میں ایک یعنی اصل عقیدے ہی اصل مقصود
ہیں نہ کہ عمل عمل کے احکام میں یہ اختلاف کہ کسی شریعت میں کچھ اعمال و احکام ہیں کسی میں دوسرے اہل باطل لوگ اسی بات کو طرح طرح سے کہہ کے دھوکہ دیتے ہیں جیسے کہ لا اسلام

ضمیمہ۔ اس رسالہ کے طرز کا حاصل اثبات مقصود بالجزئیات المنقولہ ہے پھر اس باب میں بعض فضلا کی تحریر دستیاب ہوئی جس کے طرز کا حاصل اثبات مقصود بالکلیات المعقولہ ہے۔ تائیداً و تشدیداً رسالہ کے ساتھ اس کا الحاق بھی انفع معلوم ہوا۔ اس تحریر میں بعض ایسے ہی مدعیان باطل کے اقوال نقل کر کے ان پر بہت مفصل کلام کیا گیا ہے چونکہ یہ مختصر اس تفصیل کا متحمل نہیں لہٰذا اس کا ایک کافی حصہ بقدر ضرورت جو خود صاحب تحریر ہی کا ملخص کیا ہوا ہے نقل کیا جاتا ہے۔ اصل تحریر مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے دفتر میں موجود ہے اور وہ ملخص حصہ یہ ہے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ چونکہ مصنف کے تمام ہذیانات پر کلام کرنا ایک نہایت دشوار امر ہے اس لئے ہم اس کے باقی ہذیانات کو چھوڑ کر اس کے اس مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسکو اس نے بطور خلاصہ بحث کے بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ متذکرہ صدر تفصیلات کا ماحصل حسب ذیل دفعات میں بیان کیا جا سکتا ہے اس کے بعد اس نے ان دفعات کو اس طرح بیان کیا ہے (۱) نزول قرآن کے وقت دنیا کا مذہبی تخیل اس سے زیادہ وسعت نہیں رکھتا تھا کہ نسلوں خاندانوں اور قبیلوں کی معاشرتی حد بندیوں کی طرح مذہب کی بھی ایک خاص گروہ بندی کر لی گئی تھی ہر گروہ بندی کا آدمی سمجھتا تھا کہ دین کی سچائی صرف اسی کے حصہ میں آئی ہے جو انسان اسکی مذہبی حد بندی میں داخل ہے نجات یافتہ ہے جو داخل نہیں نجات سے محروم ہے (۲) ہر گروہ کے نزدیک مذہب کی اصل و حقیقت محض اس کے ظاہری اعمال و رسوم تھی جو بھی ایک انسان انہیں اختیار کر لیتا یقین کیا جاتا کہ وہ نجات و سعادت اسے حاصل ہو گئی مثلاً عبادت کی شکل و طریقہ قربانیوں کی رسوم و عوائد کسی خاص طعام کا کھانا یا نہ کھانا، کسی خاص وضع قطع کا اختیار کرنا یا نہ کرنا (۳) چونکہ اعمال و رسوم ہر مذہب میں الگ الگ تھی اس لئے ہر مذہب کا پیرو یقین کرتا تھا کہ دوسرا مذہب مذہبی صداقت سے خالی ہے کیونکہ اس کے اعمال و رسوم ایسے نہیں ہیں جیسے خود اس نے اختیار کر رکھے ہیں (۴) ہر مذہبی گروہ کا دعویٰ صرف یہی نہ تھا کہ وہ سچا ہے بلکہ یہ بھی تھا کہ دوسرا جھوٹا ہے نتیجہ یہ تھا کہ ہر گروہ صرف اتنے ہی پر قانع نہیں رہتا کہ اپنی سچائی کا اعلان کرے بلکہ یہ بھی ضروری سمجھتا کہ دوسروں کے خلاف تعصب و نفرت پھیلائے۔ اس صورت حال نے نوع انسان کو ایک دائمی جنگ و جدال کی حالت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ مذہب جو خدا کے نام پر ہر گروہ دوسرے گروہ سے نفرت کرتا اور اس کا خون بہانا جائز سمجھتا (۵) لیکن قرآن نے نوع انسانی کے سامنے مذہب کی عالمگیر سچائی کا اصول پیش کیا لیکن سوال یہ ہے کہ کیا قرآن نے حق اور

بقیہ حاشیہ صہ ۳۲

عقیدوں اور عملی حکموں کے اسی فرق کو کہ عقیدے ہی مقصود ہیں عملی احکام مقصود نہیں جو نسے بھی اختیار ہو جائیں گے کافی ہونگے لہٰذا سب دین حق اور ہمیشہ باقی رہنے والے سبب نجات ہیں آگے اسی شبہ کا جواب ہے یعنی جواب یہ ہے کہ اس شبہ کا مدار تو اسپر ہے کہ عقیدے ہی مقصود ہیں اور عملی احکام مقصود نہیں تابع ہیں اور ان آیتوں میں اس مقصد کا کہیں پتہ بھی نہیں کہ عمل مقصود نہیں لہٰذا اس شبہ کی جڑ ہی اکھڑ گئی بلکہ ان آیتوں کا مقصود تو ان لوگوں کو جنکو ان سے خوف فرمایا گیا ہے دنیا میں دکھانا ہے جو سب شریعتوں میں شریک اور برابر ہونگے سبب ان کا ماننا واجب ماننے ہوئے عملی احکام ابتدائی شریعت سے پہلی شریعت کے احکام مگر یہ نہ سمجھ لینا کہ عقیدے اور عملی احکام برابر ہی کے مقصود ہیں بلکہ مقصود ہونے کے کئی درجے ہیں توحید رسالت و عقاید کو سچا سمجھنا اور دل سے ان کا ماننا اول سے ہی بلا کچھ عذاب کے نجات کامل کے لئے ان کو سمجھنا ماننا اور تمام عملوں کو ساتھ ملا عقاید سہولت پیدا کرنا ہے احکام عمل کی طرف لانے میں جیسے دوسری آیت کی تفسیر میں کہا تھا کہ کلی قاعدے کے بعد اسکی مثالوں کا اس میں داخل ہونا سہل ہو گیا تفسیر کے اس جملہ میں جب احکام عمل مقصود ہی ہیں اور منسوخ بھی ہوتے ہیں تو شریعت محمدیہ سے پہلے احکام عمل منسوخ ہو گئے۔ اور اس کے عمل مقصود ہوتے تو جو اس کے احکام کا منکر ہو وہ مقصود دین کا منکر اور کافر ہوا جو پہلے احکام کا قائل ہو وہ منسوخ کا قائل اور باغی ہو اتو ان آیتوں کو اس باطل دعوے سے کہ اس احکام مقصود ہی نہیں صرف عقیدے مقصود ہیں جو ایک ہیں کیا تعلق ہوا بعض حدیثیں ابن جریر نے زبیر رح سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ حضور نے یہود کو اسلام کی دعوت دی جو ہم میں ان میں برابر تسلیم تھی اور سدی رح سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ پھر ان کو حضور نے دعوت دی یعنی بنی نجران قبیلہ کے نصرانیوں کے وفد کو
تمام مخلوقات میں سب سے بد نجات پانے والے صاف بیان تمام کا جمع کرنا شمار کے قابل جلدی میں لکھا ہوا رسالہ الحمد للہ حق تعالیٰ کے فضل سے شوال ۱۳۵۸ھ کے اخیر کے تین دن کے اندر اس سے فارغ ہو گیا ہو گیا مضمون رسالہ کا طرز بیان کا حاصل مقصود کو نقلی جزئیوں یعنی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت کرنا عقلی کلی قاعدوں سے مقصود کو ثابت کرنا ہے رسالہ کو قوت استحکام پہونچانے کے لئے بعد میں لگا دینا زیادہ مفید معلوم ہوا اس باطل عقیدے کے دعویداروں کے جو اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں نجات سمجھتے ہیں برداشت کرنے والا حاشیہ اگلے

باطل کا امتیاز اٹھا دیا۔ اگر اس کا جواب ہے کہ ہاں یہ صریح کفر و الحاد[۵]
و زندقہ ہے اور شاید مصنف بھی اس کو تسلیم نہ کرے۔ اور اگر اس کا یہ مطلب
نہیں ہے اور وہ حق باطل کے امتیاز کو باقی رکھتے ہوئے لوگوں کے
حق کے قبول کرنے اور باطل کو چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے تو پھر
اس نے مذہب کی عالمگیر سچائی کی دعوت کہاں دی بلکہ اس صورت
میں اس نے لوگوں کو دو فرقوں میں منقسم کر کے خود بھی اسی گروہ بندی اور
فرقہ بندی کا ارتکاب کیا جسکا الزام وہ دوسروں پر عائد کرتا تھا
اور جبکہ یہ صورت ہے تو اسلام کو عالمگیر کیسے کہا جا سکتا ہے بس
ثابت ہوا کہ قرآن کے مقصود کی جو تشریح مصنف نے کی ہے وہ سراسر
اس پر بہتان ہے۔ اور اسی طرح جو غلطیاں اس نے دوسرے مذاہب
کی بیان کی ہیں وہ بھی سراسر باطل ہیں کیونکہ حق و باطل اور ہدایت و
گمراہی کے امتیاز کے بعد فرقہ بندی اور جنگ و جدال[۳] لازم ہے
اس سے کوئی مذہب محفوظ نہیں ہے نہ اسلام اور نہ غیر اسلام اس لئے اسکو
غلطی قرار دینا خود اسلام کو جھوٹا ماننا ہے اور یہ دعویٰ کہ اسلام ہدایت
و گمراہی اور حق و باطل کا تفرقہ نہیں کرتا اور سبکو حق بتلاتا ہے۔ خود کفر بواح ہے اور
نزول قرآن کو لغو قرار دیتا ہے کیونکہ اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو گمراہی سے
ہٹا کر ہدایت کی طرف لایا جاوے اور گمراہی کوئی چیز ہی نہیں ہے تو پھر قرآن کا نزول بے معنی ہے اس کے بعد مصنف نے
مقصد کی توضیح کرتے ہوئے چند دفعات قائم کی ہیں۔
اور لکھا ہے (الف) اس نے نہ صرف یہ بتایا کہ ہر مذہب میں سچائی ہے
بلکہ صاف صاف کہدیا کہ تمام مذاہب[۱۱] سچے ہیں۔ اس نے کہا کہ دین
دین خدا کی عام بخشش ہے اس لئے ممکن نہیں کہ کسی ایک قوم اور
جماعت ہی کو دیا گیا ہو اور دوسروں کا اس میں حصہ نہ ہو الخ لیکن
یہ قرآن پر کھلا ہوا بہتان ہے اور قرآن کسی جگہ بھی تمام مذاہب کی سچائی
کا دعویٰ نہیں کرتا اتنی بات صحیح کہ قرآن بھی تمام آسمانی کتابوں اور پہلے تمام
نبیوں کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے اپنے اوقات میں انکو صحیح بتلاتا ہے لیکن
اس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ وہ بعد نزول قرآن و نسخ ادیان بھی انکو سچے
مذاہب اور قابل عمل بتلاتا ہے۔ بس مصنف کا یہ دعویٰ قرآن پر سراسر
بہتان ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دین خدا کی عام بخشش ہے اور اس لئے وہ
کسی خاص گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ لیکن یہ دعویٰ قرآن کیساتھ
مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام مذاہب کا یہی دعویٰ ہے۔ اسی لئے تمام اہل
مذاہب اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے اور دوسروں کو اس کی طرف
دعوت دیتے ہیں۔ اس لئے مصنف کا دوسرے مذاہب پر گروہ بندی
کا الزام سراسر ان مذاہب پر بہتان ہے اور جس قسم کی گروہ بندی دوسرے
مذاہب میں مل سکتی ہے یعنی اہل حق کا ایک گروہ اور اہل باطل کا دوسرا

والے صاحب مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی مرحوم[۹] مختصر[۱۰] اوپر بیان کی ہوئی تفصیلوں کا حاصل[۱۲] نیچے والے نمبروں میں ہے لیکن اس شخص کا یہ دعویٰ غلط ہے معاشرتی
کی معاشرتی باتیں خود ساختہ نہیں اور مذہب کے قائدوں کو ہر گروہ خدائی قاعدے کہتا تھا اس لئے یہ ان کی طرح نہ تھے۔

شلہ اس میں اور عادتیں مثلاً کھانے کی چیز لیکن اس شخص نے سخت دھوکہ دیا کہ ہر مذہب والے کے نزدیک مذہب کو ان فروعی باتوں کے اندر مانند رکھ کر اچھا
قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہر مذہب میں اصل اس کے عقیدے ہوتے ہیں جو معبود کی ذات صفات افعال و احکام سے متعلق ہیں پھر اعمال کا درجہ ہے پھر دوسری
باتوں کا[۱۲] دوسرے مذہبوں کو باطل کہنے کی یہ وجہ کوئی عقل تسلیم نہیں کرے گی ہر شخص دوسرے مذہب کو جو باطل کہیگا وہ بے ثبوت اور غیر خدائی ہونیکی وجہ سے
کہیگا محض اس لئے کہ وہ ایسا نہیں کوئی کم عقل ہے کم عقل نہیں کہہ سکتا کہ دوسرا باطل ہے[۱۴] قناعت کر کے مولا حاشیہ صفحہ[۱۱] لامذہبیت بے دینی سے
الگ الگ ہونا[۱۵] لڑائی جھگڑا یعنی عالمگیر سچائی کا مطلب تو یہ ہوا کہ اسلام نے سارے مذہبوں کو درست حق صحیح اور سبب نجات قرار دیدیا اور یہ
اسیوقت ہو سکتا ہے کہ حق ناحق اور صحیح و باطل کا فرق مٹا کر سب کو درست کہہ دیا جائے جو پردہ ہے..... عقل بھی نا ممکن ہے اور کفر اور بے دینی یہی ہے کہ
توحید بھی حق و صحیح ہوا اور بت پرستی بھی حق و صحیح ہو انبیاء کا نبی ہونا بھی حق ہو اور ان کا جھوٹا ہونا بھی قیامت کا آنا دوبارہ زندہ ہونا بھی ہو اور نہ ہونا بھی فلاں
کتابوں کا خدائی کتاب ہونا بھی حق ہے اور خدائی کتاب نہ ہونا بھی یہ کہاں کی عقل ہے اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے اسلام پر یہ تہمت کیوں۔ لگائی جا رہی ہے۔
اور اگر عالمگیر سچائی کا مطلب ہے کہ اسلام نے سارے عالم کیلئے عقیدوں عملوں اخلاق معاشرت اور معاملات کے حق حق قانون پیش کر کے سچائی کے ان اصول
کی دعوت دی ہے اور اس کے خلاف کو سچائی اور حق کے خلاف قرار دیا ہے تو پھر آپ کی زبان میں یہ گروہ بندی ہوگی اور جب ایک بات کو حق دوسری کو ناحق
کہا جائیگا تو اختلاف و جنگ لازمی چیز ہے۔

شہ یہ صاحب اس تمام غلطی میں مبتلا ہو گئے جس میں جاہل لوگ مبتلا ہوا کرتے ہیں کہ جب دو آدمیوں میں اختلاف دیکھتے ہیں تو دونوں کو بے تحقیق
جھگڑالو کہدیتے ہیں حالانکہ تحقیق کے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ دونوں بے راہی پر ہیں یا ایک راہ پر اور دوسرا بے راہی پر اگر دونوں بے راہی پر ہوں تو دونوں کو

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

اگر وہ اس قسم کی گروہ بندی خود اسلام میں بھی موجود ہے اور وہ بھی لوگوں کو ۲ دو فریق ٹھہراتا ہے۔ ایک گروہ اہل حق اور دوسرا گروہ اہل باطل دونوں میں اگر فرق ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ دوسرا مذہب حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتے ہیں اور اسلام حق کو حق اور باطل کو باطل کہتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مصنف نے نہ دوسرے مذاہب کو سمجھا اور نہ خود اسلام کو اس لئے وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اس کے بعد دعوے قائم کی ہے اور کہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ خدا کے تمام قوانین فطرت کی طرح انسان کی روحانی سعادت کا قانون بھی ایک ہی ہے اور سب کیلئے ہے پس پیروان مذاہب کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے دین الٰہی کی وحدت[ئ] فراموش کر کے الگ الگ گروہ بندیاں کرلی ہیں اور ہر گروہ بندی دوسری گروہ بندی سے لڑ رہی ہے اھ لیکن مصنف کا یہ بیان بھی سراسر جہالت ہے کیونکہ وحدت[ئ] دین کا اعتقاد ہی گروہ بندیوں کا منشا ہے کیونکہ ہر مذہب والا یہ سمجھتا ہے کہ خدا کا دین ایک ہی ہے اور وہ وہی دین ہے جس پر وہ قائم ہے اس لئے اس کے خلاف جتنے ادیان بھی ہیں سب باطل ہیں۔ پس جبکہ ہر مذہب والے نے اپنے کو حق پر اور دوسروں کو باطل پر سمجھا۔ اس کا نتیجہ مختلف گروہ بندیاں ہوگئیں اور ایسی حالت میں مصنف کا یہ بیان کہ اہل مذاہب کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے دین کی وحدت کو فراموش کر دیا ہے اور قرآن نے انکو یہ فراموش کردہ حقیقت یاد دلائی قرآن پر بھی بہتان ہے اور دوسرے پیروان مذاہب پر بھی اور اس سے بھی یہ معلوم ہوگیا کہ نہ مصنف اسلام کو سمجھتا ہے نہ دوسرے مذاہب کو۔ اور نہ اسے عقل و فہم کا کوئی حصہ ملا ہے اس کے بعد اس نے نمبر (ج) قائم کیا ہے اور کہا ہے۔ اس نے بتلایا کہ خدا کا دین اس لئے تھا کہ انسان کا تفرقہ اور اختلاف دور ہو اس لئے نہ تھا کہ تفرقہ اور نزاع کی ایک علت بن جائے پس اس سے بڑھ کر اور گمراہی کیا ہوسکتی ہے کہ جو چیز تفرقہ دور کرنے کے لئے آئی تھی اسی کو تفرقہ کی بنیاد ٹھہرا لیا جائے اھ لیکن یہ بھی مصنف کی سراسر جہالت ہے کیونکہ کسی مذہب کا پیرو بھی اسکا مدعی نہیں ہے کہ دین الٰہی تفرقہ کی بنیاد ہے بلکہ ہر مذہب کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ دنیا سے اختلاف کو مٹاتا ہے چنانچہ عیسائی کہتے ہیں کہ سب عیسائی ہو جاؤ اور تفرقہ مٹاؤ یہودی کہتا ہے کہ یہودی ہو جاؤ اور تفرقہ مٹاؤ مسلمان کہتا ہے کہ سب مسلمان ہو جاؤ اور تفرقہ کو مٹاؤ وغیرہ اسی طرح ہر فرقہ کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ تفرقہ کو مٹانا چاہتا ہے اور یہ تفرقہ جو پیدا ہوا ہے اس کا منشا اپنے دعویٰ پہ اصرار اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳

کو بدراہ کہنا جھگڑالو قرار دینا صحیح ہے تو تیسری صحیح راہ بتانا ضروری ہے اور وہ تیسری راہ جو حق اور صحیح ہوگی جھگڑے کی قسم نہیں کہلائیگی اور تحقیق سے اگر یہ معلوم ہو کہ ایک راہ پر دوسرا بے راہی پر ہے تو راہ والے کو جھگڑے کا مجرم قرار دینا جہالت اور کم عقلی ہے ایسے ہی ہر گروہ بندی کو برا کہنا کہ چاہے ایک حق پر ہو ایک ناحق پر سراسر جہالت اور بے وقوفی اور تہمت و کفر ہے تحقیق کی ضرورت ہے علم و عقل سے کام لینے کی ضرورت ہے اسلام نے پہلے کی گروہ بندیوں میں حق ناحق کو الگ الگ کر کے دکھایا ہے۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دیا ہے صحیح راہ پیش کر دی ہے اسکی عالمگیر دعوت دی ہے وہ خدائی قانون ہے جو اس سے پھریگا وہ باطل گروہ ہے مجرم ہم کافر ہے اب اسلام کی راہ حق کو ویسی ہی گروہ بندی کہنا بے عقلی ہے ٣ۂ خالص ٣ۂ بیکار کیونکہ سارے مذہب حق اور سچے اور سبب نجات تھے تو قرآن کے نازل ہونے اور اسلام کو پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی گویا خدا تعالیٰ پر بیکار کام کرنے کا الزام لگایا ہے جو کفر کی بات ہے ٣ۂ دیباچہ میں ثابت کیا ہے کہ بروئے عقل بھی ممکن نہیں کہ دنیا کے سب مذہب سچے ہو سکیں عقیدے جبکہ خبریں ہوتے ہیں جو واقع کی خبریں دو خبریں جو مختلف ہوں مثلاً یہ کہ خدا ایک ہے دوسری یہ کہ تین یا سیکڑوں ہیں یا مثلاً فلاں فلاں حضرت نبی ہیں دوسری خبر یہ کہ نبی نہیں ہیں یا مثلاً فلاں فلاں کتابیں خدائی ہیں دوسری یہ کہ نہیں ہیں یہ سب خبریں کیسے سچی ہو سکتی ہیں لامحالہ ایک سچی اور ایک جھوٹی ہوگی اور جب مذہب خدائی قانون کا نام ہے تو جھوٹی بات والا مذہب خدا کو جھوٹا کہہ رہا ہے یہ کھلا کفر ہے قرآن کفر کو خدا کے حضور کو بیان نہیں کرتا یہ سخت تہمت ہے ٣ۂ بیشک ہر شخص کو تحقیق کے بعد صحیح دین اور صحیح خدائی راہ کو اختیار کرنا چاہئے یہ عام بخشش ہے غلط راستہ باتوں کو دین یا مذہب بنا کر اسکو خدائی عام بخشش کہنا کونسی عقل کی بات ہے (حاشیہ صفحہ ہذا)

سلہ ایک ہونا ٢ۂ خدائی دین کا ایک ماننا ٣ۂ اسلام اور قرآن خدائی دین کے ایک ہونے کو کہتے ہیں کہ بس یہی ایک مذہب حق اور سبب نجات ہے اور یہ شخص ساری دنیا کے مذہبوں کو ایک کہتا ہے جو نہ عقل سے صحیح نہ نقل سے درست اور پھر اس کو قرآن اور اسلام کے سر تھوپتا ہے ایسی سہل بات جو بچہ بھی نہ کہہ سکے قرآن کیسے کہہ سکتا ہے یہ تو قرآن کی توہین ہے ٣ۂ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ قرآن کی تعلیمات کو ماننا اور اس کے مخالف کفریہ رسوم کو چھوڑنا گروہ بندی اور گمراہی ہے نعوذ باللہ ہر مسلمان کو جو قرآن پر یقین اور عمل رکھ کر کفر و شرک کی باتوں سے علیحدگی اختیار کرے گروہ بند اور گمراہ قرار دیا ہے تو یہ تو بہ کیسی عقل ہے کیسے ہوش ہیں۔ قرآن مجید تو باطل گروہ بندیوں سے روکتا اور حق کا پیرو کا بتاتا ہے قرآن شریف نے جگہ جگہ مومن و کافر اور اہل جنت و اہل دوزخ اہل حق اور اہل باطل کو بتایا ہے یہ صاحب کیسی مدہوشی کی باتیں کر رہے ہیں اس کو تو بچے بھی جانتے ہیں یہ کیسا دھوکہ دیا جا رہا ہے کیسا گمراہ کیا جا رہا ہے ہائے عقل دنیا کیسے اٹھ گئی۔ ٣ۂ اب تحقیق کرنے کی اور علم و عقل سے کام لینے کی

اور مخالف کے دعوے کی تکذیب ہے۔ اور اس سے اسلام بھی بری نہیں ہے کیونکہ وہ بھی اپنے کو حق اور دوسرے مذاہب کو باطل قرار دیتا ہے جس کا دوسرے مذاہب انکار کرتے ہیں جس سے تفرقہ اور اختلاف پیدا ہوتا ہے پس مصنف کا دوسرے مذاہب پر یہ الزام کہ وہ تفرقہ چاہتے ہیں اور اسلام کی نسبت یہ دعویٰ کہ وہ تفرقہ کو مٹاتا ہے دونوں بہتان ہیں۔ پس اسلام اور دوسرے مذاہب میں یہ اختلاف نہیں ہے کہ اسلام لوگوں کو تفرقہ سے روکتا ہے اور دوسرے مذاہب تفرقہ کی دعوت دیتے ہیں بلکہ اسلام میں اور ان میں صرف یہ فرق ہے کہ اسلام لوگوں کو حق پر متفق ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اور دوسرے مذاہب ان کو باطل پر متفق ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور جبکہ پیروان اسلام دوسروں کی دعوت قبول نہیں کرتے اور دوسرے اس کی دعوت منظور نہیں کرتے اس کا نتیجہ فرقہ بندی اور تفرقہ و اختلاف ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ مصنف کا یہ بیان بھی سراسر جہالت ہے اور نہ وہ اسلام کو سمجھا ہے اور نہ دوسرے مذاہب کو اسکے بعد اس نے نمبر (د) قائم کیا ہے اور کہا ہے اس نے بتلایا کہ ایک چیز دین ہے ایک شرع و منہاج ہے۔ دین ایک ہی ہے اور ایک ہی جو سب کو دیا گیا ہے۔ البتہ شرع و منہاج میں اختلاف ہوا اور یہ اختلاف ناگزیر تھا کیونکہ ہر عہد و ہر قوم کی حالت یکساں نہ تھی اور ضروری تھا کہ جیسی جسکی حالت ہو ویسے ہی احکام و اعمال اس کیلئے اختیار کئے جائیں۔ پس شرع منہاج کے اختلاف سے اصل دین مختلف نہیں ہو جا سکتے تم نے دین کی حقیقت تو فراموش کر دی ہے۔ محض شرع و منہاج کے اختلاف پر ایک دوسرے کو جھٹلا رہے ہو۔ لیکن مصنف کا یہ بیان بھی سراسر جہالت اور قرآن پر افترا ہے کیونکہ قرآن نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ دین کوئی اور چیز ہے اور شرع و منہاج کوئی اور شے بلکہ خود وہ شرع منہاج ہی دین ہے اور اس کے علاوہ دین کوئی چیز نہیں کیونکہ دین نام ہے قانون الٰہی کا۔ پس جس زمانہ میں جو قانون الٰہی ہوگا اس زمانہ میں وہی دین ہوگا اور جب وہ قانون منسوخ ہو جاویگا دین بھی نہ رہے گا۔ پس دوسرے مذاہب کی غلطی یہ نہیں ہے کہ انہوں نے شرع و منہاج کو دین سمجھ لیا بلکہ ان کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے غیر دین کو دین بنا لیا یا دین منسوخ کو غیر منسوخ قرار دیا اور دین حق کو جھٹلایا اس کے بعد مصنف نے نمبر (ک) قائم کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے بتلایا کہ مذہبی گروہ بندیوں اور رنگ کے ظواہر و رسوم کو انسانی نجات و سعادت میں کوئی دخل نہیں یہ گروہ بندیاں تمہاری بنائی ہوئی ہیں ورنہ خدا کا ٹھہرایا ہوا دین تو ایک ہی ہے وہ دین حقیقی کیا ہے وہ کہتا ہے ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی۔ جو انسان بھی ایمان اور نیک عملی کی راہ اختیار کریگا

اس کیلئے نجات ہے خواہ وہ تمہاری گروہ بندیوں میں داخل ہو یا نہ ہو۔ لیکن یہ بھی مصنف کی ایک مجذوبانہ بڑ ہے جسکے کوئی معنے نہیں کیونکہ ایک طرف تو وہ شرع منہاج کے اختلاف کو تسلیم کرتا ہے اور دوسری طرف وہ کہتا ہے کہ یہ گروہ بندیاں تمہاری بنائی ہوئی ہیں پھر ایک طرف وہ اس کو شرع و منہاج قرار دیکر اس کو نجات و سعادت انسانی میں موثر تسلیم کرتا ہے اور دوسری طرف اسکو انسانی گروہ بندیاں قرار دیکر نجات و سعادت انسانی میں مضر بتاتا ہے پھر وہ کہتا ہے کہ دین حقیقی ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی بتلاتا ہے لیکن وہ یہ نہیں بتاتا کہ ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی کا مطلب کیا ہے اگر وہ اسکی کوئی صورت متعین کرتا ہے تو پھر وہ اس کی تعریف سے خارج ہو کر شرع و منہاج کی حد میں آجاتا ہے اور اسکو دین سے خارج کہتا ہے پھر ہم نہیں سمجھتے کہ وہ دین حقیقی کیا چیز ہے اور اس پر انسان کیونکر قائم ہو سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ یہ کلام سراسر مجنونانہ ہے اور اس کے کوئی معنی ہی نہیں اس کے بعد اس نے نمبر (ح) قائم کیا ہے اور کہا ہے کہ اسنے صاف صاف لفظوں میں اعلان کر دیا تھا کہ اسکی دعوت کا مقصد اسکے سوا کچھ نہیں کہ تمام مذاہب اپنی مشترک اور متفقہ سچائی پر جمع ہو جاویں وہ کہتا ہے تمام مذاہب سچے ہیں لیکن پیروان مذاہب سچائی سے منحرف ہو چکے ہیں۔ اگر وہ اپنی فراموش کردہ راہ از سر نو اختیار کر لیں تو میرا کام پورا ہو گیا اور انہوں نے مجھے قبول کیا تمام مذاہب کی یہی مشترک و متفقہ سچائی جسے وہ الدین اور اسلام کے نام سے پکارتا ہے۔ لیکن یہ بھی اس کا قرآن پر افترا ہے قرآن نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ تمام مذاہب سچے ہیں وہ الدین اور اسلام اس مشترک سچائی کا نام ہے ہاں وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ اپنے اپنے وقت میں ہر مذہب سچا تھا اور اس وقت میں وہی الدین اور الاسلام کا مصداق تھا لیکن اب جبکہ تمام مذاہب منسوخ ہو چکے اور ان کی جگہ ایک نیا آگیا تو اب وہی الدین اور الاسلام کا مصداق ہے نہ کہ دوسرا کوئی مذہب اور اس بیان میں اور مصنف کے بیان میں وہی اختلاف ہے جو ایمان اور کفر میں ہے اس کے بعد مصنف نمبر (ط) قائم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کا دین اس لئے نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان سے نفرت کرے بلکہ اس لئے کہ ہر انسان دوسرے سے محبت کرے اور سب ایک ہی پروردگار کے رشتہ عبودیت میں بندھ کر ایک ہو جائیں وہ کہتا ہے کہ جب سب کا پروردگار ایک ہے جب سب کا مقصود اسی کی بندگی ہے۔ جب ہر انسان کے لئے وہی ہے جیسا اس کا عمل ہے تو پھر خدا اور مذہب کے نام پر یہ تمام جنگ و نزاع کیوں ہے الخ لیکن یہ بھی قرآن پر افترا اور کھلا ہوا بہتان ہے قرآن کہیں ان کفریات کی تبلیغ نہیں کرتا قرآن انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے ایک کو وہ مسلمین کہتا ہے اور دوسرے کو کفار۔ مسلمین کو آپس میں محبت کی تعلیم کرتا ہے اور کفار سے نفرت دلاتا ہے ان سے جنگ کا حکم دیتا ہے ان کو شیطان کا پرستار قرار دیتا ہے نہ کہ خدا کا اور یہ مضمون قرآن میں ناقابل انکار طریق پر موجود ہے تو اس کی نسبت جو دعوے مصنف نے کئے ہیں وہ سراسر بہتان ہو گئے۔

تمت العجیبہ و بنامہا ختمت رسالۃ توحید الحق و للہ الحمد۔

۱؎ طریقہ ۲؎ اس قانون کے دو جز ہیں عقیدے اور عمل دونوں کے مجموعہ کو ہی دین کہا جاتا ہے یہ مجموعہ الگ الگ ہے۔ دین اور شرع و منہاج ہے گو ایک جز عقیدوں میں سب ایک ہوں ۳؎ نمبر (د) میں ۴؎ اگر عام رکھا جائے کہ جو شخص جس بات کو نیک عمل سمجھے وہ دین ہے تو ظاہر ہے کہ یہ بالکل مہمل ہے اور اگر یہ مراد لیا جائے کہ جس بات کو خدا اسکے رسول نے نیک عمل بتایا ہے تو یہ وہی احکام و اعمال ہوئے جن کو شرع و منہاج کہا تھا ۵؎ کیونکہ قرآن صرف اسلام کو سچا دوسرے ہر مذہب کو باطل یا منسوخ کہتا ہے۔ اور یہ شخص ہر مذہب کو سچا اور سبب نجات کہتا ہے جو کفر ہے ۶؎ فرمانبردار ان کو نافرمانوں اور باغیوں سے نفرت کرنا ضروری ہے۔